روحِ لیاقت

مختصر سوانح حیات لیاقت علی خان شہید
اوّل وزیراعظم ۔ پاکستان

الحاج پروفیسر ڈاکٹر سید منظر حسین کاظمی

رُوحِ لیاقت

مختصر سوانح حیات لیاقت علی خان شہید
اوّل وزیراعظم۔ پاکستان

الحاج پروفیسر ڈاکٹر سید منظر حسین کاظمی

عصمہ پبلیکیشنز
پی۔او باکس نمبر:۔ 18168 کراچی 74700 پاکستان

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

اشاعت اوّل : ۱۵ مئی ۱۹۵۲ء

اشاعت دوّم : جون ۲۰۰۴ء

کمپیوٹر کمپوزنگ : مطبوعات توحید

تعداد : ۵۰۰

قیمت : پاکستان میں ۱۵۰ روپے
باہر ممالک میں ۱۳ امریکی ڈالر

ناشر : عصمہ پبلیکیشنز۔ کراچی

اسٹاکسٹ

پاکستان: ا۔ ویلکم بک پورٹ (پرائیوٹ لمیٹڈ) مین اردو بازار کراچی، پاکستان
فون: ۹۲۔۲۱۔۶۲۳۳۱۵۱

۲۔ ونگ کمانڈر (ر) غضنفر حسین، ایف ۶۲، رضویہ سوسائٹی کراچی۔
فون: ۶۶۰۱۳۲۴

۳۔ کرنل (ر) سید شاہد نقوی، اسلام آباد۔ فون ۲۹۱۸۸۶

بھارت: ڈاکٹر غضنفر عباس، دسہری ہاؤس بھیرو کی روڈ لکھنؤ

امریکہ: ا۔ جناب صفدر رضا کاظمی، فون ۲۸۱-۹۸۰۵۲۲۱

۲۔ جناب فہیم کاظمی، فون ۲۸۱-۸۹۰۳۱۷۷

۳۔ ڈاکٹر کلیم کاظمی، فون ۲۸۱-۶۴۸۲۲۹۲

انتساب

پاکستان کے نام

جس کی بقا و ارتقاء کیلئے

شہیدِ ملت لیاقت علی خان

نے جامِ شہادت نوش کیا

مندرجات

نمبر سلسلہ	مضمون		صفحہ
۱	عرض ناشر		6
۲	حرفِ وفا	منظر کاظمی	8
۳	حرف آغاز	سید منظر حسین کاظمی	19
۴	پیش لفظ	از پرنسپل ڈاکٹر سید عارف شاہ گیلانی ایم اے۔ پی، ایچ، ڈی	23
۵	آنسو (اظہار عقیدت)		25
۶	سوانح حیات پیدائش اور خاندان، شہید ملت کا بچپن، محبوب مشاغل، تعلیم سیاسی زندگی قبل پاکستان اور سیاسی زندگی بعد قیام پاکستان		27
۷	شہادت		50
۸	غیر ملکی تاثرات		54

۹ کردار

بحیثیت فرزند، بحیثیت خاوند، بحیثیت باپ، بحیثیت انسان، بحیثیت دوست، بحیثیت دشمن، بحیثیت وزیر دفاع، بحیثیت وزیر اعظم 60

۱۰ لیاقت نہرو مراسلت 94

۱۱ استاد شاگرد پاکستان میں 148

۱۲ ایک یادگار تقریر 152

۱۳ نظم تعزیت از سید حیدر حسین صبا لکھنوی 170

عرض ناشر

روح لیاقت، پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد ان پر ۱۵ مئی ۱۹۵۲ء میں شائع ہونے والی پہلی کتاب ہے۔ کتاب کے مصنف سید منظر حسین کاظمی صاحب اس وقت گورنمنٹ کالج شکارپور سندھ میں لیکچرار اور صدر شعبہ اردو تھے۔ ان کے اکثر مضامین رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہتے تھے لیکن مصنف کی حیثیت سے یہ ان کی پہلی کتاب ہے۔ ۱۹۵۳ء میں پروفیسر ہونے کے بعد بحیثیت پرنسپل اور ڈائریکٹر تعلیمات انھوں نے کئی کتابیں لکھیں، جن میں سے چھ کتابیں اس وقت مارکیٹ میں ہیں اور چار زیر طبع ہیں۔ پہلے ان کی کتابوں کے ناشر شیخ شوکت علی اینڈ سنز تھے اور اب یہ سعادت عصمہ پبلیکیشنز کے حصہ میں آئی ہے۔

پروفیسر کاظمی صاحب اس کتاب کی دوبارہ اشاعت پر آمادہ نہ تھے لیکن ان کے انکار پر میرا اصرار غالب آیا اور میں نے اس کی اشاعت کے ۴۱ سال بعد اسے اس لئے شائع کیا کہ یہ لیاقت علی خان پر Ph.D کرنے والوں کی ضرورت ہے اور بجز کاظمی صاحب کی ذاتی لائبریری کے اس کا کہیں وجود نہیں۔

اس کے علاوہ لیاقت علی خان کے کارناموں پر ہوسِ اقتدار کے پجاریوں نے جو گرد ڈال رکھی ہے' اسے صاف کرنا بھی ضروری تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ میری فرمائش پر کاظمی صاحب نے ''حرفِ وفا'' لکھ کر علم دشمن و جہل افروز معاشرے کی نبض پر ہاتھ رکھا ہے' دبے لفظوں میں کچھ پوشیدہ حقائق بھی واضح کیئے اور وعدہ کیا ہے کہ جس طرح لیاقت علی خان کے قتل کے بعد بے گناہ' گنہگاروں کے پتھروں کا شکار ہوتے رہے اس کی تفصیل وہ اپنی جلد آنے والی کتاب ''۔۔۔اور میں پاکستان آ گیا'' میں پیش کریں گے۔

چونکہ تاریخی' ادبی' معاشرتی اور سوانحی اعتبار سے لکھنے والوں میں کوئی ان کا حریف نہیں' اس لئے اس کتاب کو شائع کرنے پر میرا ادارہ پروفیسر ڈاکٹر سید منظر حسین کاظمی کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اور میں دعا گو ہوں کہ کاظمی صاحب کا قلم حق کی آواز بلند کرنے میں اسی طرح رواں دواں رہے۔

ایوب نقوی مصطفٰے آبادی

حرفِ وفا

پاکستان کی ۵۶ سالہ تاریخ کا مطالعہ بلکہ تجربہ و مشاہدہ کہتا ہے کہ قوم کی تعلیمی اور فکری قوت انحطاط و پستی کی خطرناک حد تک پہنچ گئی ہے۔ پسماندگی کے اثرات و مضمرات یوں تو ہر شعبہ میں ملتے ہیں اور حاکموں سے لے کر محکوموں تک زر پرستی نے تمام معاشرتی شعبوں میں کج فکری پیدا کر دی ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ بیشتر نام نہاد دانشوروں نے بھی پاکستان کی تاریخ کو مشکوک اور مبہم بنانے میں جو کردار ادا کیا ہے اس سے جوان نسل کے سامنے جو چہرہ آشکارا ہو رہا ہے وہ حقیقت کے برعکس ہے۔ نئی نسل چونکہ عصر حاضر کے نئے نشریاتی حالات کے جال میں پھنستی چلی جا رہی ہے اور اپنی قومی روایات و حقائق سے لاعلم ہو کر تنگ نظری اور انتہا پسندی ہی میں نجات کا راستہ تلاش کرنے لگی ہے اس لئے وہ یہ سمجھنے کی زحمت ہی نہیں اٹھاتی کہ پاکستان کیوں اور کن حالات میں بنا اور کیسی کیسی عظیم ہستیاں تھیں جنہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر کے پاکستان حاصل کیا تھا۔ پاکستان کے حصول کی قیمت کا اندازہ مجھ جیسے تمام بزرگوں کو ہے جنہوں نے پاکستان بنانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ

لیا اور خون کی ندیاں بہتے دیکھیں۔ قدرت اللہ شہاب کے ''شہاب نامہ'' میں جان کو نیل کی کتاب ''آ کینلیک'' میں درج حالات سے بھی ہو سکتا ہے کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو امرتسر میں سکھوں کے ایک ہجوم نے برہنہ مسلمان عورتوں کا جلوس نکالا' پھر ان کی عصمت دری کی' کچھ کو ذبح کیا اور کچھ زندہ جلا دی گئیں اور اس طرح پاکستان بنانے کی قیمت چکائی گئی۔''

خدا اپنے محبوب بندوں کو مکمل تباہی سے بچانے خود تو نہیں آتا لیکن ذرائع ضرور پیدا کرتا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح اور خان لیاقت علی خان کے روپ میں دو وسیلے ایسے تھے جنھوں نے پاکستان پر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر کے پاکستان کی ڈوبتی کشتی کو سہارا دیا۔ ہماری بدنصیبی کہ ہم ابھی پوری طرح سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ قائداعظم محمد علی جناح ہم سے جدا ہو گئے۔ لیاقت علی خان نے ملک کو سنبھالا تو بدخواہوں نے ملک کے پہلے وزیراعظم کو بھی ذاتی اغراض کی بنا پر شہید کر دیا۔ اس وقت تک ہمیں یہ نہ معلوم تھا کہ باہمی احترام کو بالائے طاق رکھ کر لوگ ایک دوسرے پر مسلط ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایثار و قربانی' حق و صداقت' میل محبت' اخوت و رواداری اور اعلیٰ ترین انسانی قدروں کے روشن و تابناک پہلو کا جنازہ نکال کر ہمیں قومی یک جہتی سے دور کر کے مخصوص نظریات کی قید میں لانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

لیاقت علی خان کی شہادت کے وقت میں گورنمنٹ کالج شکارپور سندھ میں لیکچرار تھا' ملک کے موجودہ حالات کا علم نہ تھا' میں نے اس وقت کے حالات قابلِ فخر دیکھے' آنوں اور پیسوں میں پیٹ بھرتا تھا' لوگ دل و جان سے حق حلال کی کمائی میں لگے تھے سوچا تھا کہ قائداعظم اور قائد ملت سے والہانہ شیفتگی و عقیدت رکھتے

ہوئے ان کی عدیم المثال خدمات، ان کی پیہم سرگرمیوں اور مسلسل جدوجہد پر ان کے شایانِ شان ایک تحقیقی کام کروں گا۔ لیکن برا ہو طلسمی حالات کا کہ لیاقت علی خان شہید ہوئے اور دوستوں کا اصرار بڑھا کہ ان کے کارناموں پر کتاب کا فوری آنا ضروری ہے۔ چنانچہ مئی ۱۹۵۲ء میں ایک مختصر کتاب ''روحِ لیاقت'' کے عنوان سے شائع کردی۔ ناتجربہ کاری میں وہ نہ صرف لیاقت علی خان پر پہلی کتاب تھی بلکہ میری بھی تحریر کردہ کتابوں میں وہ پہلی کوشش تھی۔ اسے میں ادبی معیار کا درجہ تو نہیں دے سکتا، ہاں وہ صرف جذبات کی ترجمان ضرور تھی۔ ۴۱ سال گزرنے کے بعد احباب اور ناشر نے مجھے جھنجھوڑا کہ وہ کتاب ناپید ہے اس لئے ترمیم شدہ کتاب کا شائع ہونا ضروری ہے۔ لیاقت علی خان پر ریسرچ کرنے والوں نے بھی کتاب کی فرمائش شروع کردی۔

ابتدائی سطور لکھنے پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ لیاقت علی خان کسی مخصوص مقصد کی خاطر شہید کئے گئے تھے جس کے نتیجے میں آج انتہا پسندی، تشدد اور فرقہ واریت کے ہاتھوں ہمارا ادب، ہماری تہذیب اور ہماری اخلاقیات کو خاک میں ملا دیا گیا۔ اس وقت تو مجھے صرف اتنا معلوم تھا کہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو لیاقت باغ راولپنڈی میں شام چار بج کر چھ منٹ پر جلسۂ عام ہوا۔ خطاب کی ابتداء ہی ہوئی تھی کہ گولی چلی اور قائد ملت نے دم توڑتے ہوئے صرف ایک جملہ کہا کہ: ''خدا پاکستان کی حفاظت کرے۔'' سید اکبر کو قاتل قرار دے کر اسے بھی مار دیا گیا اور میں نے اسی بات کو سچ جان کر کتاب میں لکھ دیا۔

اب قدرت اللہ شہاب کے ''شہاب نامہ'' میں صلۂ شہید کے عنوان سے درج واقعات کچھ اور بتلاتے ہیں۔ شہاب صاحب اس وقت حکومت میں اعلیٰ

عہدے پر فائز تھے۔ لکھتے ہیں کہ: ''گولی چلی' قائدملت لیاقت علی خان نے جامِ شہادت نوش کیا اور بطور قاتل سید اکبر کو گولی مار کر تحقیقات کا دروازہ بند کر دیا گیا جبکہ سید اکبر اپنے بچے کے ساتھ جلسہ سننے آیا تھا۔ کوئی قاتل اپنے بچے کو ساتھ لے کر نہیں آیا کرتا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کوئی محلاتی سازش تھی' اور راولپنڈی کے سپرنٹنڈنٹ پولیس نجف خان نے کسی ''بڑے'' کی ہدایت پر ہی فرضی قاتل کو گولی مار دینے کا حکم دیا تھا۔ جیسا کہ بعد میں اسے ڈی آئی جی کے عہدے پر ترقی دینے سے ظاہر ہو گیا۔ ہر سیاسی قتل پر کمیشن تشکیل پاتے ہیں مگر کوئی ٹھوس بات اس لئے سامنے نہیں آتی کہ قاتل ہی ایسے قتل کے نتیجے میں برسر اقتدار آتے ہیں۔''

۴ دسمبر ۲۰۰۳ کے روزنامہ جنگ میں نذیر ناجی صاحب نے اپنے کالم سویرے سویرے میں تاریخ کا قرض کے عنوان سے کراچی کے اخبار Sind Observer کے رپورٹر ایک سینئر صحافی جناب محمود جاوید کا بیان شائع کیا ہے۔ بیان ہے کہ ''لیاقت علی خان کے قتل کا میں عینی شاہد ہوں کہ اس زمانہ میں میں راولپنڈی میں رہتا تھا اور The Pakistan Times اور برطانوی خبر رساں ایجنسی Star News کی نمائندگی کرتا تھا۔ وہ سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا۔ مبینہ قاتل سید اکبر کو عوام نے پکڑ کر بے دست و پا کر دیا تھا مگر پھر بھی ایک وردی والے انسپکٹر نے اپنے پستول کی ساری گولیاں اس کے جسم میں اتار کر اسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا۔ جب زخمی وزیر اعظم کو کار میں ڈال کر C.M.H. لے جا رہے تھے تو نواب صدیق علی خان کے ساتھ میں بھی اسی گاڑی میں تھا۔ بلکہ یہ عجیب بات ہے کہ اس سانحہ کے وقت راولپنڈی میں تعینات سارے ہی پولیس افسروں کو ترقی دی گئی۔ بلکہ پنجاب کے سربراہ کو بلوچستان میں

Agent to Governor General بنا دیا گیا اور صوبائی خفیہ پولیس کے سربراہ وفاقی وزارتِ داخلہ کے سیکریٹری بن گئے۔ لیاقت علی خان کی ٹوپی کئی ماہ تک میرے پاس رہی جو بعد میں میں نے دو رکنی تحقیقاتی کمیشن کے حوالے کی۔ کسی نے آج تک لیاقت علی خان کے قتل کے محرکات اور اس کے کرداروں پر سے پردہ اٹھانے کی کوشش ہی نہیں کی۔ بلکہ میں اور میرے ساتھی لاہور کے ایک نامہ نگار وجیہہ السیما عرفانی مرحوم نے معلومات حاصل کرنے کی جستجو کی تو ہمیں دھمکیاں دی گئیں۔''

وکیل انجم صاحب کا ایک اور تبصرہ ''سنڈے میگزین'' روزنامہ جنگ مورخہ ۴ فروری ۲۰۰۱ء میں پڑھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ: ''وزیراعظم لیاقت علی خان کی حفاظت کے ذمہ دار پولیس افسر (قربان علی) کو ترقی پر ترقی ملتی رہی اور وہ گورنر سرحد کے عہدے تک پہنچے۔ مجرموں کا کھوج لگانے کیلیئے پولیس کی سطح پر انکوائری کا کام بھی شروع کیا گیا۔ اس سلسلے کے حقائق جاننے اور اصل ملزموں تک پہنچنے کیلیئے کافی مواد جمع ہو گیا تھا لیکن تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کی اشاعت کے عین ۹ روز بعد پاک فضائیہ کا ایک طیارہ کھیوڑا (جہلم) سے چھ میل کے فاصلے پر گر کر تباہ ہو گیا۔ اس طیارے میں پاکستان اسپیشل کے انسپکٹر جنرل مرزا اعزاز الدین بھی سوار تھے۔ مرزا اعزاز الدین لیاقت علی خان کے قتل کا سراغ لگانے پر متعین تھے۔ ان کے پاس کئی خفیہ فائلیں اور ضروری مواد تھا جو قاتلوں کو بے نقاب کر سکتا تھا۔ افسوس تو یہ ہے کہ شہاب صاحب نومبر ۱۹۵۴ء میں گورنر جنرل غلام محمد کے سیکریٹری تھے اور جب اتنی معلومات تھیں تو کسی ''بڑے'' کی ہدایت کا حوالہ دے کر کیوں خاموش ہو گئے قاتل کا نام بھی کیوں نہ بتلایا۔ کاش شہاب نامہ شہاب صاحب کی زندگی میں

شائع ہو جاتا یا ان کی معلومات کا پہلے اندازہ ہو جاتا تو جب میں ڈائرکٹر تعلیمات راولپنڈی ریجن تھا اور وہ سینٹر میں سیکرٹری تعلیمات تھے تو انہیں لیاقت علی خان پر اپنی کتاب روحِ لیاقت دے کر کہتا کہ یہ نامکمل ہے قاتل کا نام بتلا کر اسے مکمل کر دیجئے۔ مگر ایسا نہ ہو سکا اور مہم جوئی و طالع آزمائی کے اس ڈرامہ پر پردہ پڑا رہا اور پڑا رہے گا۔ ہم پاکستانی کسی ریشہ دوانی کے راز کو راز میں رکھنا خوب جانتے ہیں۔ لیاقت علی خان کے قتل کا ڈرامہ ایک ریہرسل تھا جس کا سلسلہ کامیابی سے اب تک جاری ہے لوگ شہید ہوتے نہیں کئے جاتے ہیں اور کرنے والوں کے نام صیغۂ راز میں رہتے ہیں۔

لیاقت علی خان کے کارناموں کو بھی جو نیا تاریخی رخ دیا جا رہا ہے وہ بھی افسوس ناک ہے۔ ان کے بارے میں بہت سی منفی باتیں حقائق کے خلاف ہیں۔ تحریکِ آزادی کے دو عظیم رہنماؤں میں تو لیاقت علی خان کا نام قائداعظم کے بعد ہی آتا ہے لوگوں نے قائداعظم محمد علی جناح تک پر نئے نئے تبصرے شروع کر دیئے ہیں جو چند ماہ سے یکے بعد دیگرے ڈاکٹر مبارک علی اور ڈاکٹر صفدر محمود صاحب کے کالم بنام قائداعظم اور چند وضاحتیں کے عنوان سے شائع ہو رہے ہیں۔ قائداعظم سے منسوب وہ وہ باتیں لائی جا رہی ہیں جو کبھی ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھیں۔ اسی طرح لیاقت علی خان کے بارے میں بھی ان باتوں کی اشاعت ہو رہی ہے جن کا حقائق سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ تاریخ کے اس غیر ذمہ دارانہ انداز سے قائداعظم یا قائد ملت کی اہمیت تو کم نہیں ہو سکتی لیکن آئندہ نسلوں کے لئے یا اس کی اصل تاریخ میں شکوک و شبہات ضرور پیدا ہو سکتے ہیں۔

لیاقت علی خان پر سب سے بڑا اعتراض ہوا کہ خیر سگالی کے دودوں میں

انہوں نے امریکہ کو روس پر فوقیت دی اور امریکہ کی گود میں بیٹھ گئے۔ یہ بات حقائق کے منافی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ماسکو اور واشنگٹن دونوں جگہ سے خیر سگالی دوروں کی دعوت آئی تو لیاقت علی خان نے پہلے ماسکو ہی جانے کو ترجیح دی لیکن ماسکو سے جو دورے کی تاریخ ملی وہ ۱۴ اگست ۱۹۴۹ء تھی اور یومِ پاکستان پر وہ ملک سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے روس سے دوسری تاریخ طلب کی جو انہیں کبھی نہ دی گئی۔ چنانچہ وہ امریکہ گئے اور واپسی پر پھر تاریخ ملنے کا انتظار کرتے رہے لیکن اخباری خبروں کے مطابق چند نادیدہ طاقتوں نے ایسا نہ ہونے دیا اور ماسکو میں پاکستان کی طرف سے بدگمانیوں نے سر اٹھایا۔ ڈاکٹر محمد رضا کاظمی کی تحقیق بحوالہ روزنامہ جنگ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۳ کہتی ہے کہ سید حسن ظہیر مرحوم جنہوں نے خود روسی پیشکش کی فائل دیکھی تھی ان کا اندازہ یہ تھا کہ چونکہ پاکستان کی اشترا کی جماعت نے سازش کی تھی کہ لیاقت علی خان کا تختہ الٹ دیا جائے اس لئے روس کیلئے مناسب نہ رہا تھا کہ انہیں ایک معزز مہمان کا رتبہ دیا جائے۔'' ظاہر ہے کہ اس صورتِ حال میں وہ امریکہ ہی سے تعلقات استوار رکھ سکتے تھے۔

یہ وہی زمانہ تھا جب پاکستان سے الحاق کرنے والی ریاستوں جونا گڑھ' مانا ودر پر ہندوستان نے حملہ کر کے قبضہ کر لیا تھا۔ کشمیر میں بھی ہاتھا پائی شروع ہو چکی تھی لیکن وہاں کے حریت پسندوں نے پورے کشمیر پر قبضہ کرنے سے روک کر کچھ حصہ پر اپنا قبضہ مستحکم کر لیا اور جواہر لال نہرو کو یو این او سے فیصلہ حاصل کرنے کیلئے بھاگنا پڑا۔ لیاقت علی خان کی تقریر میں ان کے اٹھائے ہوئے مکہ سے نہرو بے حد خائف تھے۔ لیکن لڑائی ہوئی تو حیرت یہ تھی کہ امریکہ نے پاکستان کی کوئی مدد نہ کی جبکہ روس نے اپنا وزن ہندوستان کے پلڑے میں ڈال دیا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا تھا کہ

اخباری خبر کے حوالے سے پاکستان کا ایک طبقہ لیاقت علی خان کے کارناموں پر پانی پھیرنا چاہتا تھا اور ان کے کاموں میں رکاوٹ پیدا کر رہا تھا۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے آغا امیر حسین کی کتاب ''حکمرانوں کے کرتوت'' صفحہ ۳۲ پر اس طرح درج ہے کہ: ''انگریز کے غلاموں اور کاسہ لیسوں پر مشتمل عرشی اور فیوڈل طبقہ نے قائد ملت کی اس حقیقت سے فائدہ اٹھانے کیلئے سازشیں شروع کر دیں کہ ان کا تعلق مسلم اقلیتی صوبے سے تھا اور وہ جدی طور پر اس حصے سے تعلق نہیں رکھتے تھے جو پاکستان بنا۔ ۔۔۔۔ قائد ملت کے خلاف بڑی سازش پنجاب سے شروع ہوئی اور اسے دولتانہ ممدوٹ کشمکش کا نام دیا گیا۔ مقصد قائد ملت کو کمزور کرنا اور انہیں تعمیر پاکستان کے کام سے روکنا تھا۔ بظاہر ممدوٹ قائد ملت کے خلاف اور دولتانہ قائد ملت کے حامی سمجھے جاتے تھے لیکن حقیقت میں دونوں قائد ملت کی کرسی چھیننے کی کوشش میں تھے۔ ممدوٹ کو اس عمل میں پنجاب کے ایک مشہور اخباری ادارہ کی اعانت بھی حاصل تھی۔ سیاست دانوں کی ان سازشوں کے ساتھ بیوروکریسی پاؤں پھیلاتی گئی۔ بدقسمتی یہ ہوئی کہ پاکستان بننے کے بعد سیاست دانوں کی ناتجربہ کاری کے باعث اہم عہدوں پر غلام محمد، چودھری محمد علی اور سکندر مرزا جیسے بیوروکریٹس کو فائز کر دیا گیا جو سیاسی عزائم رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے بیوروکریسی کا ایک حلقہ قائم کیا جو آہستہ آہستہ حکومتی طاقت اپنے ہاتھ میں لیتا چلا گیا۔ ان کو مکمل اقتدار پر قابض ہونے کیلئے وقت کی ضرورت تھی۔''

آج جو لوگ لیاقت علی خان پر اعتراض کرتے ہیں دیکھیں کہ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی جیب سے معمولی رقم نکلی، بینک میں ہزار روپے سے زیادہ سکے نہ تھے، کروڑوں کی جائداد کے مالک نے پاکستان میں اپنا کوئی کلیم بھی داخل نہ کیا۔

دہلی میں اپنی شاندار کوٹھی ''گلِ رعنا'' بطور تحفہ حکومتِ پاکستان کو دے دی۔ آج بھی پاکستانی سفارت خانہ اسی کوٹھی میں قائم ہے۔ اعتراض کرنے والے یہ بھی دیکھیں کہ آج بھی دفاعی اعتبار سے ترقی میں انہی کا نام سرفہرست ہے جسکا ثبوت منصور شاہ کی انگریزی زبان میں کتاب ''سنہرہ پرندہ'' میں موجود ہے۔ ''پاکستانی فضائیہ کے انگریز افسروں نے یہ تجویز پیش کی کہ ہوابازوں کو اعلیٰ انتظامی عہدوں پر ترقی نہ دی جائے۔ دیگر یہ کہ سول ایوی ایشن جیسے امور کو پاکستان کی جہاز راں کمپنی نہ دیکھے۔ یہ مشکل کام برطانوی فضائی کمپنی کے ہاتھوں میں رہنے دیا جائے۔ لیاقت علی خان نے دونوں تجویزوں کو مسترد کر دیا۔ اگر وہ انہیں مسترد نہ کرتے تو آج نہ پی آئی اے کا وجود ہوتا نہ سول ایوی ایشن اتھارٹی کا۔''

لیاقت علی خان کیا گئے کہ اس پہلی نئی حکومت کی روح پرواز کر گئی جس نے آزادی کے بعد سنگین مسائل اپنی قابلیت، تحمل، تدبر اور دیانتداری سے حل کئے تھے اور اعلان کیا تھا کہ پاکستان کو خون کی ضرورت پڑی تو اس میں لیاقت علی خان کا خون شامل ہو گا۔

معاف کیجئے گا پاکستان اور اس کے عظیم رہبر سے جوشِ وفا کے بیان میں کچھ تلخی آ گئی۔ حقیقت تلخ ہی ہوتی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آزادی کے حصول کے بعد ہم نے ذہنی، قومی، تہذیبی تجربات میں جو آزادی حاصل کی تھی اسے برقرار نہ رکھ سکے۔ قائداعظم اور قائدملت کو کھو کر ہم نے نہ صرف ملک نصف کر لیا بلکہ ہم قومی یگانگت سے بھی دور ہو گئے۔ رواداری اور باہمی احترام کو بالائے طاق رکھ کر ہم سب ایک دوسرے پر مسلط ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایثار و قربانی، حق و صداقت، میل ملاپ، اخوت و رواداری اور اعلیٰ انسانی قدروں کے روشن اور

تابناک پہلو سے ہٹ کر قومی یکجہتی سے دور ہو کر ہم سب مخصوص نظریات کی قید میں ہیں۔ مغربی اثر اتنا چھا چکا ہے کہ خود وہ لوگ جو اس مغربی اثر سے بچنا چاہتے ہیں اس سے کام لینے پر مجبور ہیں۔

دولت سے بے نیاز، مال و متاع سے بے پرواہ لیاقت علی خان جیسے عظیم انسان تحریکِ پاکستان میں قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ نہ ہوتے تو پاکستان کیسے بنتا ''کھوٹے سکوں'' سے تو پاکستان اپنا وجود حاصل نہ کر سکتا تھا۔ لیاقت علی خان کی زندگی طفولیتِ پاکستان کیلئے درس مسلسل تھی۔ ان کی سعیٔ پیہم اور جہد مسلسل ملک کیلئے پیغامِ محبت اور صدق و صفا تھی۔ ان کی شہادت پر آج بھی سارے حق پرست نوحہ کناں ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں نے حرفِ وفا لکھ کر لیاقت علی خان پر کوئی کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس سے آگے تو کتاب وہی ہے جو ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ تو بدلتے حالات نے حرفِ وفا لکھنے پر مجبور کیا۔ آج ایک بار پھر لیاقت علی خان شہید کے کوائف' حالاتِ زندگی اور شب و روز کے واقعات کو سامنے لانا ہم سب پاکستانیوں کا فرض ہے۔ آج وہ اس عالمِ فانی میں نہیں لیکن جب تک ہوش و حواس باقی ہیں ان کی یاد دلوں کو گرماتی رہے گی۔ مسلم لیگ کی بقا کیلئے ان کی غیر معمولی خدمات' قیامِ پاکستان میں قائداعظم محمد علی جناح کے دوش بدوش ان کی مخلصانہ جدوجہد' ان کی غیر معمولی خدمات' اپنے قائد سے بے مثال محبت اور وابستگی محتاجِ دلیل نہیں۔ قائداعظم کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی کشتی کو بھنور سے نکال کر ساحلِ مراد تک پہنچانے میں ان کا بڑا ہاتھ تھا جس کیلئے انہوں نے اپنے مال کے ساتھ اپنی جان بھی قربان کر دی۔ ان کے ایثار و خدمات اور مختلف النوع قربانیوں کو بھلا کر چشم پوشی کا مظاہرہ کرنے میں ملتِ اسلامیہ پاکستان کا سر ندامت سے خم

ہے۔ان کی یاد اب بھی ستاتی ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ ایک عظیم رہبر کی جدائی پر قوم کو صبر جمیل عطا کرے اور دوسرا لیاقت علی خان پیدا کرے جو پاکستان کو مستحکم، مہذب اور تاریخ کا جیتا جاگتا ملک بنا دے۔آمین ثم آمین۔

منظر کاظمی

۲۱ اپریل ۲۰۰۴ء

حرفِ آغاز

مولانا حالیؔ نے کہا تھا:

جانور، آدمی، فرشتہ، خدا
آدمی کی ہیں سیکڑوں قسمیں

لیکن بشریت کی تاریخ کے ہر دور میں بقول غالبؔ ''آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا'' آدمی تو سیکڑوں کیا لاکھوں کروڑوں ہیں لیکن انسان کمیاب ہیں۔

انسان اور انسان دوستی کے شعور کی تلاش میں برسوں بعد ایک شخصیت قائداعظم محمد علی جناح کی ابھری تھی جنہوں نے سماج اور ماحول میں ایک باضمیر اور مہذب انسان کی حیثیت سے اپنا تشخص قائم کیا۔ پھر جب انہوں نے شرافتِ نفس اور انسان دوستی کی دعوت دی تو انہیں قائدِ ملت کے روپ میں لیاقت علی خان مل گئے۔ قائداعظم نے پاکستان بنایا اور جلد ہی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ زندگی کی جرات آزما اور کڑی آزمائش کیلئے لیاقت علی خان کو بحیثیت وزیراعظم تنہا چھوڑ دیا۔ لیاقت علی خان نے آلام اور مصائب سے ٹکرانے کی جرات دکھلائی تو

ایسے آدمی بھی تھے جنہوں نے انہیں شہید کر دیا۔

لیاقت علی خان ہمہ صفت موصوف، ہمہ جہت شخصیت، شرافت، تہذیب اور مشترکہ تمدن کے پیکر ہونے کے باعث مسلمانوں اور جملہ اقلیتوں میں یکساں مقبول ومعروف تھے۔ آج انہیں مرحوم لکھتے ہوئے دل کانپ رہا ہے۔ ان کی غریب نوازی اور مشکل کشائی کو خاک میں ملانے پر اب بھی آنسو بہتے ہیں۔ مارنے والوں نے لیاقت علی خان کو مار دیا لیکن ملت کے محبوب مرا نہیں کرتے۔ روح میں غم بن کر زندہ رہتے ہیں۔

''مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی''

قائداعظم کی جلائی ہوئی شمع کو قائد ملت نے فروزاں کیا۔ بدخواہوں اور ہماری سالمیت وآزادی کے دشمنوں نے لیاقت علی خان کو شہید کر کے شمع قائداعظم کو گل کرنا چاہا مگر انہیں معلوم نہیں کہ:

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مادرِ وطن کی آغوش میں ایسے ہزاروں لیاقت موجود ہیں۔ اس قوم کے باب کا سرنامہ ہی شہادت ہے اس سے یہ مایوس اور ہراساں کبھی نہیں ہو سکتی۔ قائداعظم کی جس شمع کو قائد ملت نے فروزاں کیا تھا اسے ناظمِ ملت خواجہ ناظم الدین مزید تابندگی اور نور عطا کر کے ہر پاکستانی اور اہلِ اسلام کے دلوں کو روشن ومنور کریں گے۔

کالج میں دماغ سوزی کے بعد ایک ماہ کی تعطیل میں کراچی اس غرض سے آیا تھا کہ عزیز واقارب اور دوست احباب میں اٹھ بیٹھ کر کچھ دلچسپی ہوگی لیکن انسان کی

تیار کردہ اسکیمیں خدا کی اسکیموں سے کبھی یکسانیت نہیں رکھتیں۔ کسے معلوم تھا کہ دلچسپی اور تفریح کے بجائے غم سے دوچار ہونا پڑے گا، کون جانتا تھا کہ قائد ملت لیاقت علی خان کے سوگ میں گوشہ نشینی اختیار کرنا پڑے گی۔ اس سانحۂ عظیم کے بعد دل تو قابو میں نہ تھا لیکن احباب، عزیز و اقارب اور شیدائیانِ لیاقت کا اصرار بڑھا کہ جلد از جلد ان کے محبوب رہبر، مردِ مجاہد اور معمارِ پاکستان خان لیاقت علی خان کی سوانح حیات پر ایک کتاب لکھوں، جس میں ان کی دو ایک معرکتہ الآرا تقاریر بھی ضرور شامل ہوں۔ میری دلی خواہش یہ تھی کہ شہید ملت کی حکمتِ عملی، دانش مندی، تدبر، دیانت داری، خلوص اور انصاف پسندی پر ایک ضخیم کتاب لکھوں جو ان کے اندازِ تفکر، کردار اور زندگی کے تمام پہلو روشن کر دے۔ مگر اس مختصر سی مدت میں مجھے ان فرمائش کرنے والوں کا دل بھی رکھنا تھا۔

میرے تمام مضامین سے واضح رہا ہے اور جس کا ذکر اکثر و بیشتر کرتا آیا ہوں کہ میری ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ اردو کو آسان سے آسان تر کر کے پیش کروں، تاکہ عام فہم ہو۔ چنانچہ اس مختصر سی کتاب میں بھی اس اصول کو برقرار رکھا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کتاب میں قائد ملت کی قابلِ فخر زندگی اور کردار کا کوئی پہلو رہ گیا ہو لیکن میں قارئینِ کرام کو یقین دلاتا ہوں کہ دوسرے ایڈیشن میں انشاءاللہ اس کمی کو پورا کر دیا جائے گا اور فلسفۂ شہادت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے جذبات کو مستقل کتاب کی شکل میں پیش کروں گا۔ توقع ہے کہ اس کتاب سے فکر و نظر کے نئے چراغ روشن ہوں گے۔

اس سلسلے میں چند احباب اور عزیزوں کی گراں قدر امداد کا شکریہ ادا کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ میں مہربان دوست و عزیز سید محمد نقی صاحب نقوی کا مشکور

ہوں کہ انہوں نے جذبۂ ہمدردی میں قائدملت کی تمام تقاریر عنایت فرمائیں، جن سے مجھے بیش بہا امداد ملی۔ ممنون ہوں تمام اخبار و رسائل کے ایڈیٹر صاحبان کا، جن کے مضامین و تبصروں نے رہنمائی کی۔ شکر گزار ہوں میں اپنے عزیز پروفیسر سید زین العباد نقوی کا جنہوں نے قدم قدم پر ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔ سید حیدر حسین صاحب صبا لکھنوی کا بھی ممنوں ہوں کہ انہوں نے اپنی ایک نظم دے کر کتاب میں چار چاند لگا دیئے۔ انتہائی ناانصافی ہوگی اگر میں پرنسپل ڈاکٹر سید عارف شاہ گیلانی کی مہربانیوں کا اعتراف نہ کروں، جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود ہماری رہنمائی کی اور ہماری گزارش پر مسودہ پر نظر ثانی کے ساتھ ساتھ ترتیبِ مضامین میں بھی کارآمد اور گرانقدر مشورے دیئے۔ اگر میری مساعیٔ جمیلہ مشکورِ عام ہوگئیں تو میں سمجھوں گا کہ:

شادم از زندگیٔ خویش کہ کاری کردم

سید منظر حسین کاظمی

یکم مئی ۱۹۵۲ء

گورنمنٹ کالج

شکارپور۔ سندھ

پیش لفظ

مجھے انتہائی مسرت ہے کہ عظیم المرتبت قائد ملت جیسی ہستی کی سوانح حیات پر خامہ فرسائی کرر ہا ہوں۔ مرحوم شہیدِ ملت کی شخصیت وہ بحر بیکراں ہے جس میں ایثار، ہمت واستقلال اور فرض شناسی کے تیز رفتار دہارے آکر ملتے ہیں اور لکھنے والا حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ ان کی کن کن خوبیوں کو حیطۂ تحریر میں لاکر ایک کتاب کی شکل دے، جبکہ ہر خوبی پر ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

از سر تا پا ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشدہ کہ جا اینجاست

اس وقت تک جو دو چار کتابیں مرحوم ومغفور کی حیات پر منظر عام پر آئی ہیں وہ شیدائیان لیاقت کی پیاس بجھانے کیلئے قطعی ناکافی ہیں، ہمارے بیدار مغز نوجوان اور جواں بخت پروفیسر سید منظر حسین صاحب کاظمی نے سوانح حیات کے چند اہم اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مرحوم کی شخصیت کو مختصر صفحات میں کامیاب طور پر پیش کرتے ہوئے گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔

اسلوبِ بیان پختگیٔ خیالات کا آئینہ دار ہے۔ اس کتابچہ کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ سارے مضامین میں ایک تسلسل رکھا گیا ہے، جن میں پڑھنے والا نہایت بے فکری سے لیاقت مرحوم کے کردار کا مطالعہ کرسکتا ہے۔ ''آنسو یعنی اظہارِ عقیدت'' میں فاضل مصنف نے اپنے دل کی گہرائیوں کو نہایت خلوص کے ساتھ پیش کیا ہے اور ''واقعۂ شہادت'' کو داستانِ کربلا کی ہوا دیتے ہوئے جس زاویۂ نگاہ سے جانچا قابلِ ستائش ہے۔

خان مغفور کے کردار کو اس کتاب میں نہایت خوبی سے پیش کیا گیا ہے ''کردار بحیثیت دشمن'' خوب ہے۔ بحیثیت وزیرِاعظم جو کردار پیش کیا گیا ہے اس میں جذبات اور احساسات کا ایک طوفان ہے جو انسان کو آگے بڑھنے کی ہدایت کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ مرحوم کی عمل سے معمور زندگی پر ممکن ہے اور کتابیں اس سے بہتر آئیں لیکن موجودہ کتابوں میں یہ ایک کامیاب اور بہترین مرقع ہے، جس میں جذبات کردار سے اور کردار ماحول سے ہم آہنگ معلوم ہوتے ہیں۔

سید عارف شاہ گیلانی

۱۰ مئی ۱۹۵۲ء

آنسو

عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مرجاتا نہیں
روح میں غم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں

(اقبال)

محبوبِ ملت لیاقت علی خان کی یاد میں یہ آنسو جس قدر بھی نکلیں کم ہیں۔ سیاست و دانشمندی کا پُتلا' سنجیدگی و مستقل مزاجی کا سرچشمہ' مملکتِ پاکستان کا دھڑکتا دل ہم سے جدا ہوگیا۔ محبوب قائد! تمہارے اولوالعزم حوصلوں اور بلند ارادوں نے تمہیں انتہائی معراج پر پہنچادیا اور قدرت نے تمہیں شہادت کے درجے پر فائز کرکے تمہاری عظمت و توقیر میں چار چاند لگا دیئے۔ اگر یہ موت قدرتی ہوتی تو شاید صبر آسان ہوتا لیکن یہ اچانک موت اور وہ بھی ایک مسلمان کے ہاتھوں' دل سے خون کے آنسو رلا رہی ہے' یہ آنسو بہہ رہے ہیں اور بہتے رہیں گے' تاوقتیکہ یہ اپنی گہرائی میں منافق و سیاہ باطن مسلمانوں کو ڈبو کر فنا نہ کردیں۔ سید اکبر نے تمہیں اپنا صید بنا کر ہم سے دور کردیا مگر وہ خود دنیا اور عاقبت کا ذلیل شکار

ہو گیا۔ تم دنیا میں بھی کامیاب اور عاقبت میں بھی سر بلند ہو گئے۔ تمہارا غم ہماری روح میں شامل ہے۔ آج تمہاری زندگی کے واقعات اسی غم کے قلم سے تحریر کر رہا ہوں اور تمہارے شیدائیوں کی طرف سے تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح تم نے قائدِ اعظم کے پیغام ''اتحاد' تنظیم اور یقین محکم'' پر عمل پیرا رہ کر اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دیا اسی طرح ساری ملت اسی راستے پر گامزن رہے گی۔ ہم ہر حال میں اپنی وحدت کو قائم رکھیں گے اور پاکستان پر ہرگز کوئی آنچ نہ آنے دیں گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے چہیتے فرزندوں نے ہمیشہ سچائی' عدل اور خدمت کی راہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ کربلا کی داستان سے کون ناواقف ہے جسے حسینؑ ابن علیؑ نے اپنے خون سے لکھ کر یزید کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مٹا دیا۔ آج اسی کی ہلکی سی سرخی لیاقت کے افسانہ میں جھلک رہی ہے۔ دنیا ذاتی مفاد' حرص و طمع کے بندوں اور ایماں فروشوں سے خالی نہیں۔ شیطان ہر نیک کام کا خون کرنے کیلئے ہمیشہ سے تیار ہے۔ آج بھی قائد ملت کی جان ایک شقی القلب یزید نے چند ہزار روپیوں کے عیوض لے لی اور جو خود اس کے بھی کام نہ آ سکے۔ وہ ہمیشہ کیلئے فنا ہو گیا۔ لیکن لیاقت علی خان نے قوم پر فدا ہو کر بقا حاصل کر لی۔ جس طرح شہدائے کربلا کے خون سے کھیلنے والوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں مگر شہیدوں کے کارناموں کا نشان آج بھی بلند ہے۔ اسی طرح ان کے پیرو لیاقت کا پیغامِ عمل برابر دلوں پر نقش اور ان کی صداقت کا پرچم ہمیشہ لہراتا رہے گا۔ جس طرح یزید اور یزیدیت کی کسی دل میں گنجائش نہیں اور شہید اعظم حسینؑ نے اپنا کلمہ پڑھوا دیا اسی طرح خاندانِ یزید میں سے سید اکبر کے نام سے دلی نفرت پیدا ہو گئی اور حسینؑ کے قدم بہ قدم پر چلنے والے لیاقت علی خان کی تصویر ہر دل اور ہر دیوار کی زینت بن گئی۔

قائدملت نے شہید ہوکر ہمیں ایک سبق دیا کہ اب بھی ہم میں ملت فروش باقی ہیں لیکن عزم وہمت اور استقلال کے پہاڑوں کو ان کے بزدلانہ حملے کبھی نہ کاٹ سکیں گے۔ یہ آہنی سینے اور ٹھوس ارادے ہمیشہ سے اعلان کرتے رہے ہیں:

باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم
سو بار کرچکا ہے تو امتحان ہمارا

لیاقت شہید ہوئے لیکن ان کا عمل چمک اٹھا جو زندہ ہے۔ اس کے ساتھ پاکستان زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان بنا کر تعمیر کا کام قائدملت لیاقت علی خان کے سپرد کیا۔ قائدملت نے اپنی زندگی میں اس پر ایک مضبوط اور آہنی عمارت کھڑی کردی اور شہید ہوکر ہم میں اپنی سب سے بنیادی اور اہم ترین ذمہ داریوں کا احساس وشعور بیدار کردیا۔

لیاقت! آج پوری قوم اس حقیقت کا دامن تھامے ہے۔ تمہارے زریں اصول اور بتلائے ہوئے راستوں پر گامزن ہے۔ زندگی میں بھی تمہارا بول بالا اور شہادت کے بعد بھی تمہاری حکمرانی۔ تم نے اپنی زندگی اور موت سے ثابت کردیا کہ مسلمان کسی حال میں بھی اپنی قدرو منزلت نہیں کھوتا۔ تم زندگی میں غازی تھے اور موت کی آغوش میں جاکر شہید ہوگئے۔ زندگی میں مملکتِ پاکستان سمٹ کر تمہاری ذات میں آگئی تھی۔ قائداعظم کے بعد تم ہی اس کے دھڑکتے دل، روشن دماغ اور آہنی دست وبازو تھے۔ تمہارا ہر عمل قومی عمل بن جاتا، تمہاری مسکراہٹ قوم کی شگفتگی کا پیغام لاتی، تمہارا عزمِ رزم ہر فرد کو سر سے کفن لپیٹنے پر مجبور کردیتا اور آج بھی شہادت کے بعد تمہارا آہنی عزم واستقلال، تدبر، دوراندیشی اور فراست تمہاری امانت بن کر ہمارے سینوں میں محفوظ ہے اور انشاءاللہ تاقیامت ہم اس کے ضامن

رہیں گے۔

آج تمام پاکستان بلکہ تمام اسلامی ممالک خون کے آنسو بہا رہے ہیں اور اپنے محبوب و ہردلعزیز رہنما کے غم میں ان کی والدہ مکرمہ، ہر دو بیگم صاحبان، ان کے فرزندان اور دیگر اعزاء کے برابر کے شریک ہیں۔ مصلحتِ خداوندی میں بجز صبر کوئی چارہ نہیں۔ تاہم ان سوگوران کو یقین ہونا چاہئے کہ ان کا دلارا لیاقت مر کر بھی زندہ ہے۔ شہید کبھی نہیں مرتا۔ ان کی موت سے ان کی نئی زندگی شروع ہوتی ہے۔ وہ اب بھی ہمارا رہبر ہے۔ اس کی دلکش شخصیت، محبوبیت اور مقبولیت کا نیا جامہ پہن چکی ہے۔ آج اس کی روح اقبال کے شعر میں ہمیں تسلی دے رہی ہے کہ:

غمیں نہ ہو کہ بہت دور ہیں ابھی باقی
نئے ستاروں سے خالی نہیں سپہر کبود

ملت ابھی بانجھ نہیں ہوئی۔ لیڈروں میں تدبر اور ذہانت بدرجہ اتم موجود ہے۔ مسلمان کو مایوسیوں کا شکار نہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ اسی آواز پر الحاج خواجہ ناظم الدین نے لبیک کہا اور سارا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھالیا۔ لیاقت کی روح اب بھی مشعلِ ہدایت بنے گی۔ ان کے ساحرانہ تدبر نے جس اتحاد کو قائم رکھا ناظمِ ملت بھی اس کی پیروی کریں گے۔ ان کی یاد اور قربانیوں کا سہارا لے کر پاکستان انشاء اللہ ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا بڑھتا چلا جائے گا۔

سید منظر حسین کاظمی

سوانح حیات

پیدائش اور مختصر خاندانی حالات

قائداعظم کا حقیقی جانشین اور ملتِ پاکستان کا درخشندہ ستارہ لیاقت علی خان یکم اکتوبر ۱۸۹۵ء کو سرزمینِ کرنال پر وجود میں آیا۔ قائد ملت اپنے والد بزرگوار رکن الدولہ شمشیر جنگ نواب رستم علی خان کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ ان کے بڑے بھائی خورشید علی خان نے چند ناگہانی جھگڑوں سے تنگ آ کر اپنے کو خود اپنی رائفل کی گولیوں کا نشانہ بنالیا تھا۔ نواب رستم علی خان ایک باوقار اور باعزت خاندان کے فرد تھے جن کا سلسلۂ حسب ونسب نوشیرواں عادل شاہ ایران سے ملتا ہے۔ وہ انتہائی منسکر المزاج' عالی حوصلہ اور دوراندیش تھے۔ لیاقت علی خان کی والدہ محترمہ محمودہ بیگم جو بقیدِ حیات ہیں سہارنپور کے ایک قصبہ راجپور کی رہنے والی ہیں۔ ان کے والدِ بزرگوار نادر علی خان قرب وجوار کی مشہور ترین ہستیوں میں سے تھے اور جن کا خاندان مسلمان راجپوتوں کے ایک ممتاز خاندان میں سے ہے۔ اس طرح لیاقت علی مرحوم کو خاندانی وقار ددھیال اور ننھیال دونوں طرف سے ورثے

مین ملا تھا۔

قائد ملت کی والدہ ماجدہ کو اپنے چہیتے فرزند کی شادی کا بڑا ارمان تھا‘ جیسا کہ عموماً ہر ماں کو ہوتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۴ء میں جب لیاقت علی دسویں جماعت میں تعلیم پا رہے تھے تو ان کی شادی ان کی چچیری بہن جہانگیرہ بیگم سے کر دی گئی اور ۱۹۱۹ء میں ان کے بطن سے ولایت علی خان پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد مرحوم نے دوسری شادی رعنا بیگم سے کی اور ماشاء اللہ ان سے بھی دو ہونہار بچے اکبر علی اور اشرف علی موجود ہیں۔

شہیدِ ملت کا بچپن

مرحوم بچپن سے ہی کم سخن‘ بزلہ سنج‘ رحم دل اور خوش اخلاق تھے۔ مذہب کی چھاؤں ہی میں انہیں شروع سے سکون اور آرام ملتا تھا۔ نماز انتہائی خضوع وخشوع اور ذوق وشوق سے پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد رمضان شریف کی عظمت‘ مفہوم اور فرائض سے جب پہلی بار واقف ہوئے تو جنونی کیفیت طاری ہوگئی اور جس وقت پہلا روزہ رکھا تو ان کی عمر صرف چار سال کی تھی۔ مئی اور جون کے تڑپانے والے دنوں میں جبکہ بڑے بڑوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں یہ بچہ رمضان المبارک کی آؤ بھگت کرتا اور ثواب کی روشنی سے اپنا دل منور کرتا۔ یہی نہیں بلکہ اپنے جیب خرچ میں سے اکثر غریبوں اور مسکینوں کو دے کر ان کی دعاؤں سے ایک خاص لذت محسوس کرتا۔ اپنے ننھے اور کمسن ساتھیوں کو نماز‘ روزہ اور خیرات کی اہمیت اکثر و بیشتر بتلایا کرتا۔ ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ بچپنے ہی میں لیاقت علی مرحوم کو اسلامی اصولوں سے کس قدر دلچسپی تھی۔

شہیدِ اعظم حسینؓ ابن علیؓ سے بھی انہیں خاص لگاؤ تھا۔ ایک بار ایامِ محرم میں

جب لوگوں کو سڑکوں پر ماتم کرتے دیکھا تو خود بھی گھر آکر ایک تعزیہ بنایا۔ ذہین تو تھے ہی۔ نوحے اور مرثیے بھی یاد کر لئے تھے۔ چنانچہ بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نوحے اور مرثیے پڑھتے ہوئے جلوس نکالا۔ یہ اسی شہیدِ اعظم کی محبت تھی جس نے انہیں شہادت کے اتنے بڑے مرتبے پر فائز کیا۔

بچپن ہی سے مرحوم کا عمل ان کے پر عظمت مستقبل پر دلالت کرتا تھا۔ چنانچہ کسی بات پر غصہ کو دخل نہ دینا، ہر شخص سے یہاں تک کہ ملازمین سے بھی منصفانہ سلوک کرنا، ہمسر لڑکوں میں بیٹھ کر اپنے وزیر اور سیکریٹری منتخب کرنا، فریادیوں کی فریاد کو پہنچنا اور اپنی کمسنی کے باوجود ٹھوس اور مدلل فیصلوں سے ہر دل کو قابو میں کر لینا ہر شخص کا کام نہیں ہوتا۔ یہ خدا کی دین ہے کہ اس نے لیاقت علی مرحوم کو مملکتِ پاکستان کی عظیم ترین ہستی بننے کیلئے شروع ہی سے ایسا دل و دماغ عطا کیا۔

محبوب مشاغل

ہر شخص اپنی زندگی میں چند ایسے لمحات ضرور نکال لیتا ہے جن میں اس کے مشاغل پورے ہوں۔ چنانچہ لیاقت علی خان بھی اپنے پسندیدہ مشاغل کے ساتھ ہمیں نظر آتے ہیں۔ انہیں بچپن ہی سے کشتی لڑنے اور ورزش کرنے کا شوق تھا۔ اپنے بھائیوں سے زور آزمائی کیا کرتے۔ انگلینڈ جانے سے قبل تک وہ اس شوق کو برابر پورا کرتے رہے۔ کھیلوں میں یوں تو تقریباً ہر کھیل سے دلچسپی تھی لیکن ان کا مرغوب ترین کھیل کرکٹ تھا اور اس کھیل میں انہوں نے اتنا نام حاصل کیا کہ علیگڑھ جیسی مشہور یونیورسٹی کی کرکٹ ٹیم کے کپتان مقرر ہوئے۔ متعدد میچ کھیل کر اپنی کھیل کود کی صلاحیت کو بھی اجاگر کیا اور کافی شہرت حاصل کی۔

موسیقی کا شوق لیاقت علی خان کو اپنے پدر بزرگوار نواب رستم علی خان سے ورثہ میں ملا تھا۔نواب رستم علی خان اپنے وقت کے بہترین ماہرین فن میں شمار کیے جاتے تھے۔ مرحوم لیاقت علی بھی بچپنے ہی سے راگ راگنیوں کے دلدادہ تھے۔ پھر قدرت نے آواز میں بھی لوچ اور کشش دے کر سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ چنانچہ اللہ رکھا نامی ایک میراثی ان کا استاد تھا جو باقاعدہ انہیں تعلیم دیتا اور جو اب بھی مرحوم کے بڑے صاحبزادے ولایت علی خان کے ساتھ ہے۔ اللہ رکھا سے انہوں نے پکے راگ، ہارمونیم اور بانسری میں کافی مہارت حاصل کر لی تھی۔ اس کے علاوہ ہیم چندر نامی ایک بنگالی ڈاکٹر نے پیانو سے بھی دلچسپی پیدا کر دی تھی اور اس کا بجانا بھی سکھلا دیا تھا۔

تعلیم

نوابین کے خاندان اکثر تعلیمی دولت سے محروم رہتے ہیں۔ ان کے مشغلے اور ان کی دلچسپیاں راہِ تعلیم کے روڑے بنتے ہیں لیکن مرحوم لیاقت علی خان میں ذہانت اور جذبۂ تعلیم بچپنے سے ہی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ بچے پڑھنے سے بے حد گھبراتے ہیں اور ان کے والدین ہی انہیں اس راستے پر لگاتے ہیں لیکن یہاں بات ہی الٹی نظر آتی ہے۔ بچہ خود والدین سے تعلیم حاصل کرنے کی ضد کرتا ہے۔ چنانچہ گھر پر ابتدائی تعلیم ختم کرنے کے بعد اپنی ضد کے باعث ۱۹۱۰ء میں لیاقت علی علیگڑھ چلے گئے۔ جہاں وہ ۱۹۱۸ء تک امتیازی شان کے ساتھ امتحانات میں کامیابی حاصل کرتے رہے۔ ہم جماعتوں پر ان کی قابلیت کا سکہ جما ہوا تھا اور ان کے استاد بھی ان کی ذہانت کے قائل تھے۔

علیگڑھ سے بی اے کی سند لینے کے بعد کچھ عرصے الہ آباد میں تعلیم حاصل

کرتے رہے لیکن اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی دھن انہیں بچپنے ہی سے تھی۔ اس لئے ۱۹۱۹ء میں انگلینڈ روانہ ہو گئے اور دو سال کی جانفشانی کے بعد ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد تعلیم کا یہ شیدائی بیرسٹری کی طرف رجوع ہوا اور ۱۹۲۲ء میں بیرسٹری کی سند لے کر لیاقت علی مرحوم نے ہندوستان کا رخ کیا۔

سیاسی زندگی قبلِ پاکستان

لیاقت علی کو کمسنی کے عالم ہی سے سیاسیات سے کافی دلچسپی تھی۔ دورانِ تعلیم اسکول و کالج کے انتخابات میں برابر حصہ لیتے رہے اور مختلف شعبوں کی انجمنوں کے صدر اور سیکریٹری منتخب ہوتے رہتے۔ اسکول اور کالج کی سیاست کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا چنانچہ یہیں سے لیاقت علی خان میں سیاسی شعور کی داغ بیل پڑی۔ مقامی انجمنوں کی مالی و عملی امداد بھی کرتے رہتے جس کی وجہ سے ہر دلعزیز ہوتے گئے اور انتخابات میں کامیابی کا سہرا ہمیشہ انہیں کے سر رہتا۔ اسکول اور کالج کی فضا پر چھا جانے کے بعد جب قائدِ ملت انگلستان گئے تو وہاں بھی انہوں نے اپنی سیاسی دلچسپیوں کو برقرار رکھا۔ چنانچہ ان کی سیاسی صلاحیت کو پرکھنے کے بعد انہیں مجلسِ ہندوستان کا خزانچی مقرر کر دیا گیا اور جس کو وہ کامیابی سے نبھاتے رہتے۔

انگلستان میں بیرسٹری کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد جب مرحوم نے ہندوستان میں آ کر یو پی میں سکونت اختیار کی تو بجائے کسی عدالت میں وکالت کرنے کے قوم کی وکالت اور خدمت کرنے کا بیڑا اٹھا لیا اور اپنی تمام صلاحیتوں کو آزادیٔ ہند کیلئے وقف کر دیا۔ ۱۹۲۳ء میں انہوں نے مسلم لیگ کو اپنا میدانِ عمل بنایا اور پھر ۱۹۲۶ء میں یو پی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لیا۔ یہاں بھی انہوں نے اپنی پرانی روایات کو برقرار رکھا اور اسمبلی میں ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈر منتخب ہو گئے۔

اسی طرح لیاقت علی خان ۱۴ سال تک بحیثیتِ رکن یو پی اسمبلی اور چھ سال تک بحیثیت نائب صدرِ اسمبلی اپنی ذہانت کا ثبوت دیتے رہے اور جب قائداعظم کی دوربین نظروں نے ان کی بے لاگ خدمت کا اندازہ کرلیا تو ۱۹۳۷ء میں انہیں کل ہند مسلم لیگ کا اعزازی جنرل سیکریٹری منتخب کیا۔

لیاقت علی خان کی اہم سیاسی زندگی کا آغاز بھی یہیں سے ہوتا ہے۔ اسی زمانے میں غیر اقوام اپنی سیاست سے مسلمانوں کو تباہی و بربادی کے راستے پر لگانا چاہتی تھیں۔ مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ اکثر آستین کے سانپ بھی ڈسنے کو تیار تھے۔ مسلمانوں کی سیاسی زندگی ایک نازک ترین دور سے گزر رہی تھی۔ ماضی اور حال مستقبل کی تاریکی پر دلالت کرتا تھا۔ منزل کا کوسوں دور پتہ نہ تھا۔ انگریز اپنا بستر گول کر رہے تھے' ان کا اقتدار سسکیاں لے رہا تھا۔ رام راج کا سیلاب تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ اضطراب و پریشانی کا دور دورہ تھا کہ یکایک قائداعظم کی آواز فضا میں گونجی۔ آواز کی گرج' زور اور اثر سے فضا کانپ اٹھی۔ لوگوں نے اپنے کان اسی طرف لگا دیئے اور جب اس آواز میں ''نئے وطن'' کا نیا اور دلکش راگ محسوس کیا تو ان کو امید کی ہلکی کرن دکھلائی دینے لگی۔ خان لیاقت علی خان نے بڑھ کر اس راگ کو اپنایا اور اسے لوگوں کے دل و دماغ میں اتارنا شروع کیا۔ صوبہ در صوبہ' شہر در شہر اور کوچہ در کوچہ قائداعظم محمد علی جناح کا پیغام پہنچایا۔ پریشان اور حیران لوگوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے متحد ہو کر اپنی قسمت آپ بنانے کی دعوت دی۔ کُل ہند کانگریس کا طلسم ٹوٹ گیا اور لوگ جوق در جوق اسلامی پرچم کے سایہ میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔

مسلمان متحد و منظّم ہو گئے اور جب ۱۹۴۶ء میں عام انتخابات کی دعوت دی گئی

تو کانگریس کا پھیلایا ہوا جال بے سود ثابت ہوا اور مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ اب انہیں دام میں لانا یا انہیں گمراہ کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں۔ اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا۔ اسے بنانا اور سنوارنا انہیں خود آتا ہے۔ چنانچہ کانگریس اور انگریزوں کو اپنے بھڑکائے شکار کو پھنستے نہ دیکھ کر سر تسلیم خم کر دینا پڑا۔ اس کامیابی کا سہرا قائداعظم اور ان کے دستِ راست قائد ملت لیاقت علی خان ہی کے سر ہے۔ انہوں نے اپنی مستعدی اور خداداد صلاحیتوں سے بڑے بڑے سیاست دانوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ قائداعظم اور ان کے حقیقی جانشین لیاقت علی خان کا مسلمانوں کے سر پر یہ اتنا بڑا احسان ہے کہ جس کے بوجھ سے قوم کبھی گردن نہ اٹھا سکے گی۔

۱۹۴۵ء میں جب لارڈ ویول نے شملہ میں ہندوستان کی مختلف اہم جماعتوں کی کانفرنس طلب کی تو لیاقت علی خان بھی قائداعظم کی رہنمائی میں مسلم لیگ کے وفد میں شریک تھے اور ۱۹۴۶ء کے عام انتخابات کا فیصلہ عوام کی سپردگی میں دینا اسی کانفرنس میں قرار پایا تھا۔ کیبنٹ مشن اور پھر لندن کانفرنس میں قائداعظم کے ساتھ قائد ملت کی سیاست کام آئی۔ مسلم لیگ کی فتح ہوئی اور کانگریس کی تمام توجیہات کو غلط قرار دیا گیا۔ پھر بھی کانگریس نے بغیر مسلم لیگ کی شمولیت کے اپنی عارضی حکومت قائم کی تھی لیکن ۱۹۴۶ء میں قائداعظم کے اشاروں پر عمل پیرا ہو کر لیاقت علی عارضی حکومت میں شریک ہو گئے اور ان کی سرکردگی میں مسلم لیگ کے نمائندوں نے کابینہ میں اپنے اپنے عہدوں کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ وزیر مالیات کا عہدہ لیاقت علی خان کو دیا گیا۔ یہاں انہوں نے اپنی ذہانت کی داد ساری دنیا سے لی اور لوگوں نے ان کی قابلیت کا لوہا مان لیا۔ مرحوم نے ایسا بجٹ پیش کیا جو لوگوں کی توقع سے انتہائی بلند تھا۔ ان کے بجٹ کو ''غریب آدمی کے بجٹ'' اور

''قرآنی بجٹ'' سے موسوم کیا گیا کیونکہ اس میں اسلامی اصول کے مطابق عوام کے سر سے ٹیکسوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے اور بڑے بڑے تاجروں وصنعت کاروں پر بھاری ٹیکس عائد کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ اس سے یہ صاف واضح ہے کہ نواب ہونے کے باوجود ان کی سیاست میں عوام کی اہمیت اور ان کے درد کو کتنا دخل تھا۔ حاسد اور سرمایہ کے نشے میں چور لوگوں نے انتہائی مخالفت کی لیکن مرحوم کے عزم اور ارادوں کو جنبش بھی نہ ہوئی۔ انگریزوں کی حکومت میں پہلے مسلمان لیاقت علی خان کے ہاتھ سے ایسا بجٹ پیش ہونا ان کی سیاست قبل پاکستان میں اہم ترین واقعہ ہے۔ اسی دوران قائد ملت قائداعظم کے ساتھ ہندوستان کو آزادی دینے اور اسے تقسیم کرنے کی گفت وشنید میں اہم حصہ لیتے رہے اور بالآخر ۳ جون ۱۹۴۷ء کو مسلمانوں کے رہنما قائداعظم کے خواب کی تعبیر پاکستان کی شکل میں مل گئی۔ مسلمان قائداعظم وقائد ملت کی رہنمائی میں اپنی محنت کا پھل پاتے ہی کارواں در کارواں اپنے محبوب وطن پاکستان کیلئے روانہ ہوگئے۔

لیاقت بعد قیامِ پاکستان

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء مطابق ۲۳ رمضان المبارک دنیا کی پانچویں اور دنیائے اسلام کی سب سے بڑی حکومت پاکستان کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ یہ وہی شبِ قدر تھی جس میں نزولِ قرآن ہوا اور اسی رات کو پاکستان وجود میں آیا۔ جس طرح قرآنِ شریف ابدی حیثیت رکھتا ہے پاکستان بھی تا قیامت قائم رہے گا۔ اسی عظیم پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح اور اوّل وزیراعظم قائد ملت خان لیاقت علی خان منتخب ہوئے۔ وزیراعظم کی ذمہ داریوں کے علاوہ دسمبر ۱۹۴۷ء تک لیاقت علی خان بحیثیت وزیر دفاع اور وزیر خارجہ بھی رہے لیکن چودھری ظفر اللہ خان کے

وزیر خارجہ مقرر ہوتے ہی انہوں نے صرف امورِ دفاع ہی اپنے ذمے رکھے۔

پاکستان تو قائم ہو گیا لیکن دشمنوں کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکنے لگا۔ بدخواہ اپنے جبینوں پر شرمندگی کے قطروں کی یوں ترجمانی کرنے لگے کہ یہ مفلس اور قلاش حکومت کچھ ہی عرصہ کی مہمان ہے۔ انہیں قوی امید تھی کہ یہ محض عارضی شکل ہوگی اور پاکستان جلد ہی ہندوستان میں ضم ہو جائے گا۔ پنڈت نہرو، پٹیل اور دیگر سیاسی لیڈران برابر یہ گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہے تھے کہ: وہ علاقے جس پر آج مستعمرہ پاکستان مشتمل ہے تقسیم کے باوجود ہندوستان کے جزوِ لاینفک ہیں اور رہیں گے۔ یہ تقسیم عارضی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ دن جلد یا بدیر آئے گا جب پاکستان حسبِ سابق ہندوستان کا ایک حصہ بن جائے گا۔ (ہندوستان اسٹینڈرڈ مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۴۸ء میں حکومتِ بہار کے ایک وزیر کا اعلان)

اتفاقِ وقت ہی کہنا چاہئے کہ قیامِ پاکستان کے ایک ہی سال کے اندر جبکہ ابھی پاکستان اپنے کئی خوفناک مسائل کو حل کرنے میں منہمک تھا، حکیمِ سیاست ضغیمِ اسلام قائداعظم محمد علی جناح بھی دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ دشمنوں کو اور یقین ہونے لگا کہ پاکستان ضرور ختم ہو جائے گا۔ مسلمانوں پر یاس، سراسیمگی اور دہشت کے بادل چھانے لگے۔ ایک طرف قائداعظم کا سوگ منایا جانا اور دوسری طرف ہندوستان کا حیدر آباد پر حملہ شروع کر دینا پاکستانیوں کی مایوسی اور ناامیدی میں اضافہ کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اندیشہ بڑھنے لگا کہ خدانخواستہ پاکستان کی حقیقت کہیں واقعی دشمنوں کا خواب نہ بن جائے اور رام راج کے بڑھتے سیلاب کا شکار نہ ہو جائے۔

لوگ انہیں برے خیالوں میں ہراساں و پریشان تھے کہ ایک بار پھر لیاقت علی

مرحوم مسیحائی کیلئے آگے بڑھے۔ انہوں نے مایوس اور ناامید مسلمانوں کیلئے یقین محکم، اتحاد اور تنظیم کی قندیلوں کو روشن و منور کیا اور مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر انہیں روشن مستقبل کی درخشانی دیکھنے کی دعوت دی۔ ان کا ایک پیر کراچی میں تو دوسرا لاہور میں، ایک سرحد میں تو دوسرا ڈھاکہ میں تھا۔ انہوں نے قوم کو ان کی روایات یاد دلائیں اور بتلایا کہ پاکستان مسلمانوں کی تمنا اور زندگی کا نصب العین ہے۔ مسلمان اپنی تمنا اور نصب العین کا خون ہوتے کبھی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ کامیابیوں میں ہی پل کر جوان ہوتا ہے اور مایوسی کا کبھی شکار نہیں بنتا۔ اس کے دل میں شمع ایمان روشن ہے جو کفر کے جھونکوں میں بھی روشن رہے گی۔ مسلمان خدا پر بھروسہ رکھتا ہے اور صرف اسی کے آگے سر جھکاتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اگر آنکھ دکھلائے تو وہ آنکھ نکالنا جانتا ہے۔ انگلی اٹھائے تو اسے قلم کرنا آتا ہے اور خلاف آواز بلند کرے تو گلا بھی گھونٹ سکتا ہے۔ خدا کے دربار سے اسے صلاحیتیں ملی ہیں، نعمتیں نچھاور کی گئی ہیں۔ وسائل و ذرائع عطا ہوئے ہیں۔ ہمت اور حوصلہ حصہ میں آیا ہے تو مایوسی کیسی؟ رب العزت کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری کیسی؟ اللہ کی نصرت پر بھروسہ کرو، سر بلند کرو، سینہ تانو اور سر بکف میدانِ عمل میں کود پڑو، طاغوتی قوتوں کو ایک بار پھر دکھلا دو کہ مسلمان ابھی اقوامِ عالم میں سرخروئی اور کامرانی حاصل کرنا اچھی طرح جانتا ہے اور حق و باطل میں اپنے خون سے خطِ امتیاز بھی کھینچ سکتا ہے۔

ان پُر جوش الفاظ کے مفہوم اور حقیقت نے مردہ اور مایوس دلوں پر جادو کا سا اثر کیا اور قوم کی تابندہ منزل پھر ان کی آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ یہ قائد ملت کا زبردست کارنامہ ہے کہ پاکستان کی زندہ اور اصل حقیقت کا احساس پیدا کر دیا۔ قوم طوفانوں سے ٹکر لینے کیلئے تیار ہو گئی۔ باطل کی طاقت کو دھکیل دینے کیلئے پھر

منظم ہوگئی۔ ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگی اور شاندار مستقبل کے شایانِ شان مکمل تیاریوں میں منہمک ہوگئی۔ قائداعظم کی وفات کے بعد ملت کی بے پناہ ذمہ داریوں کا بوجھ لیاقت علی خان کے سر پر ڈال دیا گیا۔ ان ذمہ داریوں سے بہ طریق احسن عہدہ برآ ہونے کیلئے پتھر کا جگر، ضغیم کا دل اور اسلامی اصولوں پر کاربند دماغ درکار تھا اور لیاقت علی مرحوم نے اپنے کو اس معیار پر پورا ثابت بھی کر دیا۔

قائد ملت نے نظم ونسق کو اس قدر مکمل کیا کہ آج ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں محسوس ہوتی اور یہ صرف اپنی سیاست اور ذہانت کی بدولت' ان کی زندگی سیاسی کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن سیاست یہی نہیں کہ ملک گیری کی جائے یا ملک میں بزورِ شمشیر حکومت کی جائے۔ کامیاب سیاست وہ ہے جس سے دلوں پر حکومت ہو' قائد ملت کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی آخری سانس تک پاکستان کے پنچ میل عناصر اور ان کے مختلف خیالات کی تمام کڑیوں کو ایک سلسلہ میں منسلک رکھا۔ جہاں خود غرضی' ذاتی رقابتیں' اقتدار کی ہوس اور صوبہ پرستی کا دور دورہ ہو۔ جہاں جاگیرداری اور سرمایہ داری کا بول بولا ہو' جہاں انگریزیت پورے آب وتاب کے ساتھ دماغ پر مسلط ہو۔ جہاں ذاتی مفاد کو ملکی مفاد پر فوقیت دی جائے' وہاں ہر شخص سے اس کی استعداد کے بموجب کام نکالنا' صوبائی عصبیت کو کچلنا' خود غرضیوں کو فنا کرنا اور ذاتی مفاد کو ملکی مفاد میں تبدیل کر دینا لیاقت اور صرف لیاقت کا کام تھا۔ اس لاثانی کامیابی کا راز ان کے جذبۂ ایثار اور قوم کی بے لوث خدمت میں مضمر ہے اور جس کی بدولت مرحوم دلوں پر حکومت کرتے رہے۔

ابھی لیاقت علی خان اپنے ملک کو سنوارنے ہی میں لگے تھے کہ ۱۹۵۰ء کے اوائل میں فسادات کی آگ پھر بھڑک اٹھی۔ ہندوستان میں ہندوؤں نے اپنی

اکثریت کے بل بوتے پر مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنا شروع کر دیا۔ باطل کی قوت حق کا گلا پھر دبانے لگی۔ ہر طرف کشت و خون اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ خصوصاً مغربی بنگال کے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ لٹتے پٹتے گرتے پڑتے اور مرتے کھپتے قافلوں پر قافلے پاکستان کی طرف بدحواس بھاگے چلے آ رہے تھے کہ لیاقت کے شکمِ سیاست میں مسلمان دوستی اور ہمدردی کا درد بے چین کیئے بغیر نہ رہ سکا وہ اٹھے اور خون کے پیاسوں کے درمیان امن و سلامتی کے پیغامبر بن کے دہلی روانہ ہو گئے۔ لوگ لاکھ روکتے اور سمجھاتے رہے کہ خونخوار بھیڑیوں کے سامنے ملت کی محبوب ہستی کو ہرگز نہ جانا چاہئے لیکن یہ پاکستان کا زبردست مدبر اور سیاست دان اپنے ایمانی بھائیوں کی امداد کیلیئے اور اپنے ملی درد کی دوا حاصل کرنے جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پنڈت نہرو وزیر اعظم ہندوستان سے گفتگو کرنے چلا گیا اور اپنی جان پر لاکھوں جانوں کی حفاظت کو مقدم سمجھا۔ عوام کے خلافِ امید اس امن و صلح کے دیوتا نے ''لیاقت نہرو معاہدے'' کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ہندوستان تو اس کی آڑ میں برابر شکار کھیلتا رہا لیکن مرحوم نے اس معاہدے کو عملی جامہ پہنا کر اپنے خلوص کا ایسا ثبوت دیا کہ دنیا کے سیاست دان حیران و ششدر رہ گئے۔ یہ معاہدہ قائدِ ملت کی سیاسی حکمت عملی کا ایک شاہکار ہے جس کی رو سے انہوں نے جہاں دونوں ممالک کو زور آزمائی کے خطرناک نتائج سے بچایا وہاں دونوں ملکوں میں موجود اقلیتوں کی بڑے آڑے وقت مسیحائی کی۔ یہ کامیاب سیاست دان و حکمران کے اہم فرائض میں سے ہے کہ اقلیتوں کی پوری پوری حفاظت کرے ورنہ دنیا والوں کے علاوہ خدا بھی کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ اقلیتیں حکومت کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں چنانچہ لیاقت علی خان اس گر اور فرض سے

واقف تھے۔ انہوں نے ۱۰ اپریل ۱۹۵۰ء کو پارلیمنٹ میں جو مندرجہ ذیل سنہرے الفاظ ہندوستان و پاکستان کیلئے تاریخ کے باہمی میل جول کے تحت استعمال کئے وہ ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے تاریخ کی گود میں پہنچ گئے اور جنہیں آئندہ آنے والی نسلیں انتہائی دلچسپی سے پڑھیں گی۔

”اقلیتوں کو اپنے اپنے ملک میں بلالحاظِ مذہب وملت یا رنگ ونسل حقوقِ شہریت حاصل ہوں گے اور اس امر پر خصوصیت سے زور دیا جائے گا کہ ہر ملک کی اقلیت کی جان و مال عزت وناموس کی ذمہ داری اس کی اپنی حکومت پر ہے اور وہ اپنے وطن کی وفادار ہے اور اپنی حفاظت کیلئے بھی دوسرے ملک کی طرف نہ دیکھے گی بلکہ اپنی حکومت سے رجوع ہوگی۔“

چنانچہ لیاقت علی خان اپنی بات اور معاہدہ پر آخر دم تک اڑے رہے اور جس کی تصدیق کراچی، سندھ اور ایسٹ پاکستان کی اقلیتیں خود کریں گی۔ آج ان مقامات پر ہندوؤں کو اتنی ہی آزادی، اتنی ہی مراعات اور اتنے ہی حقوق حاصل ہیں جتنے کہ ہندوستان کے کسی گوشے میں ہو سکتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں۔ بھارت میں معاملہ بالکل برعکس ہے۔

اقلیتوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ مہاجروں کی آبادکاری کا مسئلہ بھی مرحوم نے اپنی سیاسی سوجھ بوجھ ہی کی بدولت حل کیا۔ ملک کی تقسیم کے فوراً ہی بعد لیاقت علی خان دہلی گئے اور وہاں کے مسلمانوں کی حالت کا باقاعدہ جائزہ لینے کے بعد ان کی حفاظت کے ہر ممکن طریقے اختیار کئے۔ مہاجروں کیلئے نئے کیمپ قائم کرا کے اور پاکستان سے ان کے کھانے پینے کیلئے برابر اناج بھی بھیجتے رہے۔ یہ مرحوم ہی کا دم تھا کہ اپنے ملک میں سب کا پیٹ بھرنے کے ساتھ ساتھ غیر ممالک کے مسلمانوں

کے تحفظ اور بہبود کیلئے بھی یکساں جذبہ سے کام کرتے رہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں بھی اس قدر تباہ حال اور مصیبت زدہ مہاجر نہیں پہنچے جتنے کہ پاکستان میں داخل ہوئے اور جن کا سلسلہ برابر جاری ہے مگر لیاقت علی خان نہایت خندہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کرتے اور ان کے دکھ درد میں برابر کے شریک رہے۔ مہاجرین کا ان کے دل میں اس قدر درد اور احساس تھا کہ دفاع کے بعد مہاجرین کے مسئلہ آبادکاری ہی کو سب سے اہم قرار دیا تھا۔ ان کی نظریں دیکھتی تھیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک ہو رہا ہے' اقتصادی مقاطعہ پر مستعدی سے عمل درآمد ہے۔ انہیں ہندو کلچر اور ہندو تہذیب قبول کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور ان حالات سے مجبور ہو کر کشت و خون اور قتل و غارت کی وبا سے اپنے آپ کو کسی طرح بچا کر غریب مسلمان پاکستان کا رخ کر رہے ہیں۔ مصیبت زدہ اور تباہ حال ہم قوموں کے قافلے اپنی ساری پونجی لٹاتے' اپنے عزیزوں کی قبریں بناتے اور اپنی ماں بہنوں کی عصمتوں کو لٹتے دیکھتے ہوئے لہولہان پہنچ رہے ہیں۔ نہ تن چھپانے کو کپڑا' نہ سر ڈھانپنے کو جھونپڑی' نہ کھانے کو روٹی اور نہ پینے کو پانی۔ لیاقت یہ سب دیکھتے ہی نہیں رہے بلکہ انہوں نے وہی درد اپنے دل میں محسوس کیا۔ بے وارثوں کے وارث بنے۔ بے سہاروں کا سہارا بنے اور انہیں آباد کر کے ان کی مصیبتوں کو دور کرنے میں برابر منہمک رہے اور ساتھ ہی ساتھ اعلان کرتے رہے کہ ''مہاجرین کا پاکستان پر مقامی باشندوں سے زیادہ حق ہے کیونکہ انہوں نے قربانیاں دی ہیں''۔

قائد ملت چاہتے تو ان قربانیوں کا بدلہ لے سکتے تھے۔ وہی سلوک روا رکھتے جو کہ مسلمانوں کے ساتھ ہندوستان میں کیا جا رہا تھا مگر ان کی سیاسی زندگی اسلامی

اصولوں پر مبنی تھی۔ انہوں نے ہندو مسلم مسئلہ کو سلجھانے کیلئے ہمیشہ ایثار و قربانی کا ثبوت دیا۔

پاکستان کی سلمیت، اقتدار اور بھرم کو ایک بار پھر چلینج کیا گیا اور جو اس کی زندگی کا انتہائی نازک دور تھا۔

انگلستان کے سرکاری بینک نے جب اسٹرلنگ کی قیمت گھٹادی تو اسٹرلنگ بلاک کے تمام لکیر کے فقیر بھی اپنے سکے کی قیمت گرائے بغیر نہ رہ سکے۔ ہندوستان نے بھی جب سرپرستوں اور آقاؤں کا یہ حال دیکھا تو اپنا نام بھی پانچویں سوار کی حیثیت سے اسی فہرست میں درج کرالیا اور باہمی معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاکستان سے بغیر کسی صلاح ومشورے کے اپنے سکے کی قیمت گھٹادی لیکن قائد ملت لیاقت علی خان نے اپنی خودداری پر آنچ آتے دیکھ کر اور ملک کے اندرونی حالات کا جائزہ لے کر پاکستانی سکے کی قیمت کم کرنے سے صاف انکار کردیا۔ ہندوستان کے دل پر چوٹ لگی۔ ایشیا کی لیڈری کے پردے چاک ہوگئے۔ خودداری پر زبردست ٹھیس لگی۔ چنانچہ اس نے رعب جمانے اور زبردستی اپنا فیصلہ تسلیم کرانے کے خیالِ خام سے پاکستان کا تجارتی بائیکاٹ شروع کردیا۔ اس کا خیال تھا کہ پاکستان کی تجارت چونکہ ہندوستان ہی کے ساتھ زیادہ ہے اس لئے اس کے ختم ہوتے ہی وہ گھٹنے ٹیک دے گا اور سر جھکا دے گا۔ لیکن بھارتی رہنماؤں نے یہ نہ سوچا کہ مسلمان کا سر خدا کے سوا کسی کے آگے بھی خم نہیں ہوسکتا۔ لیاقت علی خان کی مستقل مزاجی اور پامردی کا سہارا لے کر پاکستان نے یہ ثابت کردیا کہ اس کا فیصلہ معاشی اور آئینی اعتبار سے بالکل درست تھا۔ پاکستان نے فوراً ہی دیگر ممالک سے تجارتی تعلقات وسیع سے وسیع تر کر کے اپنی معاشی ندگی

کے خلا کو دور کر دیا۔ اس سیاست کے ہاتھوں بھارت کا وہ تانا بانا ٹوٹ گیا جس کے ذریعہ وہ یہ ظاہر کرتا تھا کہ ہندوستان و پاکستان میں معاشی ہم آہنگی ہے۔ بیرونی ممالک نے دیکھ لیا کہ پاکستان کا لباس صرف سیاسی اور آئینی اعتبار سے ہی جدا نہیں بلکہ تجارتی اور معاشی لحاظ سے بھی وہ ایک علیحدہ مملکت ہے۔ اگر ہندوستانی سکے کی قیمت گر جانے کے بعد پاکستان اپنے فیصلہ پر قائم نہ رہتا اور اپنے سکے کی شرح کو برقرار نہ رکھتا تو بدنامی کا طوق لٹکانے کے علاوہ اقتصادی معاملات میں ہمیشہ کیلئے ہندوستان کا غلام بننا پڑتا۔ لیاقت کی اس قابلِ قدر حکمتِ عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کو منہ کی کھانی پڑی اور پاکستان کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے شرحِ سکہ جات کو تسلیم کرنے پر رضامند ہونا پڑا۔ عوام ایک بار پھر لیاقت علی خان کی سیاسی اور مالی سوجھ بوجھ کا لوہا مان گئے اور پاکستان کا وقار معاشی و تجارتی دنیا میں بلند ہو گیا۔

شہیدِ ملت نے اسلامی ممالک میں جو اخوت و برادری کے جھنڈے نصب کئے اور گہرے و مستقل تعلقات پیدا کئے اس سے بھی ان کی سیاست اور تدبر کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے تمام اسلامی ممالک کے دلوں کو اتنا قریب کر دیا کہ وہ ایک دوسرے کی دھڑکنوں کو بآسانی سن سکیں اور وقتِ ضرورت کام آئیں۔ جذبۂ اسلامی کی ایسی روح پھونک دی کہ سب اپنے تن من دھن سے ایک دوسرے کی حمایت کیلئے تیار ہو گئے۔ مرحوم نے صاف لفظوں میں بتلا دیا کہ اگر مسلمانوں کو اپنی عزت آبرو اور خودداری کو برقرار رکھنا ہے تو وہ اسلامی بلاک علیحدہ قائم کر کے ایک جھنڈے کے نیچے متحد ہو جائیں۔ چنانچہ بین الاقوامی اسلامی اقتصادی کانفرنسیں ہوئیں اور سب نے مل کر ببانگِ دہل اعلان کر دیا کہ وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ

میں برابر کے شریک ہیں۔ یہی نہیں بلکہ لیاقت نے اپنی لیاقت اور ذہنی بلندی کا ثبوت غیر ممالک کے معاملے میں بھی دیا۔ اُن کی دوستی کا ہاتھ واشنگٹن، ماسکو، لندن اور ایمسٹرڈم وغیرہ تک پھیلا ہوا تھا۔ چنانچہ آج ان کے انتقال پر اسی لئے ان کے تمام دوست عقیدت کے آنسو پیش کر رہے ہیں۔

افغانستان کے بارے میں بھی قائد ملت کی سیاست نے امن دوستی، صلح جوئی، بھائی چارگی اور انسانیت کا ثبوت دیا۔ بھارت نے افغانستان میں حکومت کرنے والے طبقے کو دنیوی لالچ اور جھوٹے اقتدار کے ذریعے مملکت کے محکوم طبقے سے جدا کر کے اپنی سامراجی چالوں کا شکار بنالیا۔ چند زر پرست اور لالچی ملت فروش مقامی مسلمان باشندوں کی مرضی کے خلاف غیر اسلامی طرزِ عمل اختیار کر کے بھارت کے اشاروں پر ناچنے لگے اور پاکستان کی دشمنی مول لے کر پختونستان کا ڈھونگ رچانے لگے۔ یہ ایک مطلق العنان جابر حکومت ہے جس کو اسلامی جمہوری اصولوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ جہاں چند مٹھی بھر یحییٰ خیل کے سوا سارے افغانی پاکستان کی دوستی کا دم بھرتے ہیں اور اسلامی جمہوریت کی تحریک دن بدن زور پکڑ رہی ہے۔ لیاقت علی خان بھی یہ سب ناانصافیاں اور ظلم وستم دیکھتے رہے۔ چاہتے تو اس ظالم و جابر حکومت کے دماغ کو بزورِ شمشیر درست کر دیتے لیکن وہ اپنے گمراہ بھائی کو طاقت سے نہیں بلکہ اسلامی پرچم کی ہوا دے کر راہِ راست پر لانا چاہتے تھے، وہ اپنے ہر عمل سے ثابت کرتے رہے کہ دشمنوں کی ریشہ دوانیاں پاکستان کے رویہ میں فرق نہیں لاسکتیں۔ لیاقت علی خان نے وہاں کے عوام کو بتایا کہ پاکستان کے ذرائع اور وسائل افغانستان کی شاہی زر غلام ٹولی کے کرتوتوں کے باوجود ہمیشہ افغانی بھائیوں کیلئے اسی طرح سے قائم رہیں گی جیسے حق ہمسائیگی اور

برادری کا تقاضہ ہے۔ اپنی اس سیاست سے لیاقت علی صرف یہ چاہتے تھے کہ شاید کبھی بھٹکا ہوا بھائی اپنی غلطی کا احساس کرے اور بڑے بھائی سے گلے مل جائے۔ اسی اسلامی مساوات کے اصولوں پر چلنے والے لیاقت کی آواز پر غیور افغانیوں نے لبیک کہا اور اپنی خودی کو اچھی طرح بیدار کرلیا۔ آج لیاقت نہیں لیکن ان کی سیاست کے اثرات سے انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب کہ یحییٰ خیل کی وہ شاخ ہی کٹ جائے گی جس پر بھارت نے اپنا پاکستان دشمنی کا ناپائیدار آشیانہ بنایا ہے۔

مسئلۂ کشمیر پر پاکستان کی زیست وموت کا دارومدار ہے۔ قائد ملت اسے اچھی طرح سمجھتے تھے اور اسے اتنی ہی اہمیت بھی دیتے رہے۔ انسانیت کو تباہی و بربادی سے بچانے کیلئے انہوں نے کشمیر میں جنگ بند کرادی لیکن لائلپور میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے ببانگ دہل کہہ دیا تھا کہ ''کشمیر میں لڑائی بند کرنے اور استصوابِ رائے کی تجاویز منظور کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کشمیر میں ہماری دلچسپی کم ہوگئی ہے۔ حکومتِ پاکستان اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھے گی جب تک کہ کشمیریوں کو کسی قسم کے دباؤ کے بغیر اپنی قسمت کے فیصلہ کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ پاکستان کبھی یہ برداشت نہیں کرے گا کہ تیس لاکھ کشمیری مسلمانوں کو جبراً کسی باہر کے ملک کی غلامی میں دے دیا جائے۔''

مسئلہ کشمیر میں ان کی حکمتِ عملی ہمیشہ یہ رہی کہ ہندوستان سے باہمی گفت و شنید کے ذریعے رائے شماری عمل میں لائی جائے اگر یہ نہ ہو تو ثالث مقرر کیا جائے ورنہ پھر بحالتِ مجبوری معاملہ غیر جانبدار عدالت کے سپرد کردیا جائے۔ وہ اسی پر اڑے رہے کہ سلامتی کونسل کے فیصلے کے مطابق ملک میں غیر جانبدارانہ رائے شماری ہی کے ذریعے معاملہ طے کیا جائے۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ جب تک امن و

صلح کا دروازہ کھلا ہو آپس میں خون بہایا جائے۔ ان کا ہمیشہ اصول رہا کہ دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ خود کوئی جارحانہ کارروائی نہ کرو لیکن اگر ملک پر بیرونی حملہ ہو اور دوستی کا جواب دشمنی میں دیا جائے تو اس کا مقابلہ کرنے اور اسے نیچا دکھانے کیلئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہادو۔ ممکن ہے کہ کشمیر کے مسئلہ میں کچھ ان سے غلطی ہوگئی ہو اور کچھ جلد بازی کے نتائج سے ناواقف شخصیتیں مخالف ہوگئی ہوں اور جنگ کی طرفداری میں اس کے بھیانک انجام سے بے بہرہ ہو کر اس مسئلہ میں تاخیر کو برا گردانتے ہوں لیکن لیاقت جیسے سلجھے دماغ اور امن وانصاف پسندی کے دیوتا سے یہ توقع کی ہی نہیں جاسکتی کہ وہ چند ناسمجھ انسانوں کی خوشنودی کی خاطر ملک کی سالمیت اور وقار کو خطرے میں ڈال دیتے اور بے گناہوں کے خون سے کھیلتے۔ انہوں نے اسلام سے سبق لیا تھا کہ جب تک امن وصلح کے دروازے بند نہ کردیئے جائیں، جب تک حق کی آواز کو ہوس کے بندے نہ دبائیں اور جب تک ہر طور سے مجبور نہ کردیا جائے جنگ مناسب نہیں۔ انہوں نے خارجہ حکمتِ عملی کو اسلامی کیرکٹر عطا کیا جس کا اعتراف دنیا بھر کی امن پسند قوموں نے کیا۔ ساری دنیا نے بھارت کی ہٹ دھرمی تسلیم کرلی۔ حیدرآباد اور جوناگڑھ ہڑپ کرنے سے اسے جو بدہضمی ہوئی تھی اور جسے وہ دنیا کی نظروں سے چھپانا چاہتا تھا کشمیر میں آکر لیاقت کے ہاتھوں واضح ہوگئی۔ غیر جانبدارانہ رائے شماری کے مطالبہ سے ہندوستان کے ماتھے پر پسینہ آگیا' اس نے بھاگنا چاہا لیکن لیاقت نے ساری دنیا سے اپنی سچائی اور صداقت کا اعتراف کرالیا اور یہ ان کی سیاست کی جیت تھی۔

قائدملت نے اپنی سیاست میں وہ قوت پیدا کرلی تھی کہ ان کے ایک ہی اشارے پر سیاسیاتِ عالم میں زبردست تغیر پیدا ہوجاتا تھا۔ لندن میں دولتِ

مشترکہ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس اس ضمن میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ وزیراعظم بھارت کو یہ ضد تھی کہ کشمیر کا مسئلہ اس کانفرنس میں نہ پیش ہو۔ لیاقت علی خان کا یہ مطالبہ تھا کہ دولتِ مشترکہ کے دیگر مسئلوں میں یہ مسئلہ بھی شامل ہے' اس لئے اس کا پیش ہونا بھی ضروری ہے۔ جب ضدیں بڑھیں تو لیاقت علی خان نے صاف انکار کر دیا کہ جب تک اس مسئلہ پر بحث نہ ہوگی کانفرنس میں ان کی شرکت نہیں ہوسکتی۔ بالآخر تمام وزرائے اعظم کو لیاقت کی سیاست کے آگے گھٹنے ٹیک دینے پڑے اور بغیر ان کی شرکت کے کانفرنس نہ ہوئی۔ اس اصولی جنگ کو فتح کرنے کے بعد مسئلۂ کشمیر کی اہمیت اور زیادہ ہوگئی۔ تمام ممالک کو اس کا احساس ہوگیا کہ یہ مسئلہ انتہائی نازک ہے جو امنِ عالم کو خطرے میں ڈال دے گا۔ اپنی انصاف وامن پسندی اور دیانت داری کے ساتھ ساتھ لیاقت علی نے کسی موقع پر بھی اپنی کمزوری کا ثبوت نہیں دیا۔ جب پنڈت نہرو نے ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ''کبھی جنگ نہ کرنے کا معاہدہ'' ہو جائے تو لیاقت علی نے اسے سیاست کی دوربین سے دیکھا اور انتہائی دوراندیشی ودوربینی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ سب سے پہلے کشمیر اور دیگر متنازعہ فیہ مسائل ومعاملات پر امن طریقے سے حل کر لئے جائیں اس کے بعد ہی جنگ نہ کرنے کی تجویز کو عملی جامہ پہنایا جاسکتا ہے۔ آخر کار گزشتہ جولائی ۱۹۵۱ء میں ہندوستان کی تجویز کا پورا پول کھل گیا۔ جب ہندوستان نے اپنی نوے فیصدی فوج پاکستانی کی سرحد پر بھیج دی۔ ملک کیلئے انتہائی خطرہ بڑھ گیا لیکن یہاں بھی قائدملت نے اپنی ہمت' جوانمردی اور جرات کا ثبوت دیا۔ اپنا مکا اتنا بلند کیا کہ دشمن دہل گئے اور ملک کی دفاعی سرگرمیاں اتنی تیز کر دیں کہ دشمن کو ہندوستان کی بنیادیں ہلتی نظر

آئیں اور پھر حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکے۔ دشمنوں کو یقین ہو گیا کہ لیاقت علی کی سیاست پر یہ اوچھے ہتھیار کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ ممکن ہے کوئی نیا حربہ ہوتا کہ عظیم المرتبت معمارِ پاکستان کو گولیاں کا نشانہ بنالیا گیا۔ لیاقت نشانہ ضرور بن گئے لیکن مسئلۂ کشمیر کو اتنا مضبوط بنا گئے کہ اس تک گولیوں کی رسائی ناممکن ہے۔

قائد ملت لیاقت علی خان کی سوانح حیات کارناموں سے بھری ہے جو ہمارے نوجوانانِ ملک کیلئے مشعل ہدایت ہے۔ انہوں نے دولت کو ٹھکرا کر ہمیں اپنے پیروں پر آپ کھڑے ہونا اور ذاتی محنت کے بل بوتے پر عزت وحشمت اور جاہ و ثروت کے حاصل کرنے کا سبق دیا ہے۔ یہ سبق صرف زبانی نہیں بلکہ انہوں نے خود عملی طور پر اپنی محنت، ذہانت اور لیاقت کی بدولت اعلیٰ ترین رتبہ حاصل کیا۔ انسان ختم ہو جاتا ہے لیکن اس کے کام اسے زندہ جاوید بنا دیتے ہیں۔ اس کے اعمال کسی کے مٹائے نہیں مٹتے۔ چنانچہ لیاقت علی خان ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کی شام کو شہید کر دیئے گئے لیکن ان کی مکمل سوانح حیات میں ان کی عملی زندگی انہیں ہمیشہ یاد کئے جانے پر مجبور کرے گی۔ ان کا کریکٹر اور ان کا کام ہمیں دنیا میں پھلنے پھولنے کا سبق دیتا ہے اور برابر ان کی یاد تازہ کرتا رہے گا۔

شہادت

معمارِ پاکستان، ملت کا سایہ، کروڑوں انسانوں کے دل، اوّل وزیراعظم پاکستان خان لیاقت علی خان ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کی منحوس شام کو پاکستان اور قوم کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ یقین محکم اور تنظیم کا رہبر سپردِ خاک ہوگیا۔ ملتِ پاکستان یتیم ہوگئی اور امن پسند انسانیت سوگوار بن گئی۔

۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو صبح تین بجے قائد ملت خلافِ معمولِ اٹھے اور اپنے گھر کے تمام کمروں کا جائزہ لیتے پھرے۔ پھر راولپنڈی جانے کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ اسی اثناء میں ان کے چہیتے فرزند اشرف کی آنکھ کھل گئی اور اس کے اصرار کے باوجود آپ اپنے سفر سے باز نہ آئے۔ بیٹے کو تسلی و تشفی دے کر صبح ۵ بجے ماڑی پور کے ہوائی اڈے پر پہنچ گئے۔ ایک بار پھر خلافِ عادت سب کو خدا حافظ کہا۔ معمول اور عادات کے خلاف مرحوم نے جو باتیں کیں ان سے ایسا ظاہر ہوتا کہ فرشتۂ اجل نے انہیں اپنی آمد کا پیغام دے دیا تھا۔ غرض قائد ملت ۱۱ بج کر ۴۰ منٹ پر راولپنڈی پہنچ گئے اور پونے چار بجے کمپنی باغ میں اپنی زندگی کی اہم تقریر کرنے پہنچے۔ میونسپل بورڈ کا ایڈرس پیش ہوا۔ پھر صدر مسلم لیگ راولپنڈی نے مختصر سی تقریر

کے بعد قائد ملت سے تقریر کرنے کی درخواست کی۔ مرحوم اپنی پوری متانت و سنجیدگی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔فضا ''پاکستان زندہ باد'' اور ''لیاقت علی خان زندہ باد'' کے نعروں سے گونج اٹھی۔ایک مختصر سے سکوت کے بعد قائد ملت نے مخاطب کرنے کے لئے صرف ''برادرانِ ملت'' ہی کہا تھا کہ یکے بعد دیگرے دو گولیوں نے انہیں زمیں پر گرادیا۔پہلی گولی دل کے کوئی ایک انچ کے قریب اور دوسری گولی تلی میں پیوست ہوگئی۔آپ کے پولیٹکل سیکریٹری نواب صدیق علی خان نے سنبھالنے کی کوشش کی۔ مجمع پر ایک ہیجانی کیفیت طاری ہوگئی۔ قاتلِ لیاقت شمر ثانی' یزید کی اولاد سید اکبر کو شیدائیانِ لیاقت نے فوراً ہی واصل جہنم کردیا اور جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے۔قاتل افغانستان کا باشندہ تھا اور آٹھ سال سے ایبٹ آباد ہی میں مقیم تھا۔لیاقت علی خان آخر وقت بھی خدا اور پاکستان کی یاد سے غافل نہیں رہے۔نزع کے عالم میں بھی ان کی زبان پر پاکستان کا نام تھا۔ایسے وقتوں پر لوگ اپنی عزیز ترین چیزوں کو یاد کرتے ہیں۔ قائد ملت کی عزیز ترین چیزیں ہی بس یہی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے پہلے آہستہ آہستہ کلمہ پڑھا۔پھر نحیف آواز سنائی دی۔ ''گولی لگ گئی'' اس کے بعد پھر کلمہ پڑھا اور آخر میں جو آواز سنائی دی وہ یہ تھی ''خدا پاکستان کی حفاظت کرے۔''

پاکستان کو آخری دعائیں دیتے ہوئے لیاقت علی خان بے ہوش ہوگئے اور انہیں فوراً مشترکہ فوجی ہسپتال میں پہنچایا گیا جہاں گولیاں نکالی گئیں اور جسم میں خون بھی پہنچایا گیا لیکن جانبر نہ ہوسکے۔ پاکستان اور عالمِ اسلام کا ذکر ہی کیا دنیا کے گوشہ گوشہ میں کہرام مچ گیا اور صفِ ماتم بچھ گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو صبح ہی قائد ملت کی نعش کراچی آچکی تھی۔لوگ لاکھوں کی

تعداد میں اپنے محبوب قائد کا آخری دیدار حاصل کرنے کیلئے وزیراعظم کے بنگلے پر جمع تھے۔ایک بجے دو لاکھ سے زائد مسلمانوں نے نمازِ جنازہ ادا کی اور پھر پورے شاہانہ طریقہ سے شہید ملت کو لے کر آخری منزل کی طرف روانہ ہوئے۔اراکینِ حکومت' قائدین ملت اور سات لاکھ سے زائد انسانوں کے بے پناہ ماتمی ہجوم میں شہید ملت کی والدہ' محترمہ بیگم لیاقت علی اور صاحبزادگان بھی شریک تھے۔بالآخر چار بج کر دس منٹ پر شہید ملت معمارِ پاکستان لیاقت علی خان بانئ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی بغل میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔زندگی میں بھی قائد ملت' قائداعظم سے جدا نہ تھے اور مرنے کے بعد بھی انہوں نے اپنی قدیم دوستی اور تعاون کو نبھا دیا۔

خوشا اے سرزمین کراچی کہ تجھ میں قائداعظم اور قائد ملت جیسے دو لعل پہلو بہ پہلو تیری عظمت کو دوبالا کر رہے ہیں۔

اس سلسلے میں قائد ملت کا وہ پیغام بھی یاد آ گیا جو انہوں نے قائداعظم کی پہلی برسی کے موقع پر دیا تھا۔وہی مندرجہ ذیل پیغام آج بھی ہمارے لئے پیغام ہے اور تا قیامت پیغام رہے گا۔

''ہر انسان کو خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا ایک دن مرنا ہے۔لیکن بڑے لوگ مرنے کے بعد زندہ جاوید ہو جاتے ہیں۔قائداعظم بھی ایسے بڑے انسانوں میں سے ایک تھے جو ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔وہ ہمارے درمیان موجود ہیں کیونکہ ان کی محنت کا پھل ہمارے سامنے ہے اور ان کا پیغام ہماری رہبری کرنے کیلئے موجود ہے۔قائداعظم کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار ہم صرف اسی طریقہ سے

کر سکتے ہیں کہ ان کے پیغام کو ہمیشہ سامنے رکھیں اور پاکستان کو ایسی مضبوط، خوشحال اور پر امن اسلامی مملکت بنائیں جیسی وہ دیکھنا چاہتے تھے۔ مجھے قوی امید ہے کہ انشاء اللہ ہم اپنے محبوب لیڈر کے اس ورثہ کے اہل ثابت ہوں گے جو انہوں نے ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ مستقبل ان لوگوں کا ہوتا ہے جو دور رس نگاہیں رکھتے ہیں اور ہر قسم کی مشکلات اور مصائب کے مقابلہ میں عزم و استقلال سے اپنے فرائض کی انجام دہی کرتے ہیں۔''

یہ پیغام تھا قائداعظم کے انتقال پر لیکن آج بھی قائدملت اسی پیغام کو اپنے خون کا آخری قطرہ بہا کر اور شہیدِ قوم کے بلند مرتبہ پر پہنچ کر اپنی ملت کو دے رہے ہیں۔ یہ صرف لفاظی نہ تھی بلکہ اس پیغام کے ضروری نکتوں پر عمل پیرا ہو کر پاکستان کی بنیادوں کو اپنا خون پلا کر لوہے اور فولاد سے زیادہ مضبوط کر دیا اور پھر رخصت ہوتے وقت خدا کی سپردگی میں دے گئے۔ مرحوم کی وہ آواز کہ ''کون رہے گا اگر پاکستان ختم ہو گیا'' ہمارے کانوں میں محفوظ ہے۔ پاکستان کی بقا کی خاطر جس کیلئے قائدملت نے جان دے دی۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے میں اتحاد اور قومی وملی جذبہ پیدا کریں اور جزوی وفروعی اختلافات سے بلند ہو کر خالص قومی وملی سطح پر سوچنے کے عادی بنیں۔ قائدِ اعظم رخصت ہو گئے۔ قائدملت بھی شہید ہو کر آغوش قبر میں جا چکے لیکن پاکستان زندہ ہے اور اسے تا قیامت زندہ رہنا ہے۔ بقول اقبال ؎

جلوہ اُو تا ابد باقی بچشم آسیات
گرچہ اُو نورِ نگہ خاور از خاور گذشت

❁❁❁

غیر ملکی تاثرات

امن وصلح کے پرستار اور اخوت ومحبت کے علمبردار قائد ملت خان لیاقت علی خان کی شہادت پر مملکتِ پاکستان و نیز تمام دنیا کا ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے۔ آج ہر آنکھ اپنے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر رہی ہے۔ مرحوم کی ذاتی شرافت' انصاف دوستی اور امن پسندی کا لوہا دنیا کے تمام لوگوں نے مان لیا تھا۔ اپنے زرین اصولوں پر عمل پیرا ہو کر انہوں نے پاکستان کی عظمت اور وقار کو چار چاند لگا دیئے اسی لئے وہ ساری دنیا کے دلوں میں سما کر ان کے واحد دل بن گئے اور آج اسی دل کے ٹکڑے ہونے پر تمام دل کانپ اٹھے۔ یوں تو دنیا کے ہر گوشہ اور ہر دل سے تعزیت کے پیغامات موصول ہوئے اور غالباً دنیا کے کسی فرد کی موت پر اتنے تعزیتی پیغامات نہیں آئے۔ لیکن میں صرف ان غیر ملکی تاثرات کو پیش کرنا چاہتا ہوں جن میں مرحوم کی شخصیت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اپنی عزیز ترین اور محبوب ترین ہستی کیلئے تو صفِ ماتم بچھتی ہے لیکن ہم پاکستانی فخر سے اپنا سر بلند کرتے ہیں کہ ہم میں ایسی بھی ایک ہستی تھی جس کا ماتم دنیا کے ہر گوشہ میں ہو رہا ہے اور دشمن بھی ان پر آنسوؤں کی لڑیاں نچھاور کرنے پر مجبور ہو گیا۔

(۱) شاہِ برطانیہ جارج ششم:

''مرحوم نے ہم وطنوں کی بے لاگ خدمت کی ہے۔''

(۲) شاہِ جارڈن طلال:

''مسلم دنیا کا مضبوط ستون گر گیا۔''

(۳) صدرِ امریکہ ٹرومین:

''مسٹر لیاقت علی خان کی یاد ان کی دانش مندانہ قیادت اور تدبر حکومت اور پاکستان کے عوام کیلئے آئندہ مشعل راہ کا کام دے گی''

(۴) صدرِ فلپائن:

''پاکستان اپنے عظیم المرتبت لیڈر اور آزاد ایشیا اپنے حامی سے محروم ہو گیا۔''

(۵) صدرِ برما:

''برمی حکومت اور عوام کو اس سانحہ کی خبر سن کر گہرا صدمہ ہوا۔ یہ پاکستان اور باقی دنیا کا عظیم نقصان ہے۔''

(۶) وزیراعظم عراق:

''پاکستان کی تعمیر کا بہت بڑا ستون ایک بزدل قاتل نے گرا دیا۔ آج ہم سب کو ایسے آدمی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔''

(۷) وزیراعظم نیدرلینڈ:

''پاکستان ایک عظیم سیاستدان سے محروم ہو گیا۔''

(۸) وزیراعظم شام۔ حسن الحکیم:

''یہ قتل اسلامی اور مشرقی دنیا پر ضرب کاری ہے۔ یہ صرف پاکستان کا ہی نہیں

بلکہ شام کا بھی نقصان ہے۔''

(۹) وزیراعظم بھارت۔ نہرو:

''پاکستان کے بانیوں اور معماروں میں ہونے کی وجہ سے لیاقت علی خان کا نام تاریخ میں نمایاں جگہ حاصل کرے گا۔ بھارت و پاکستان میں دوستی کے قیام کی مساعی میں ان کی عدم موجودگی کو میں شدت کے ساتھ محسوس کروں گا۔''

(۱۰) وزیراعظم برطانیہ۔ چرچل:

''ان کی وفات سے برصغیر کے مسائل کا حل اور مشکل ہوگیا۔''

(۱۱) وزیراعظم نیوزلینڈ۔ سڈنی ہالینڈ:

''مسٹر لیاقت علی خان کے قتل سے دنیا ایک عظیم شخصیت' برطانوی دولت مشترکہ ایک حامی اور نیوزی لینڈ ایک دوست سے محروم ہو گئے۔''

(۱۲) وزیراعظم آسٹریلیا۔ مینز یز:

''مسٹر لیاقت علی خان کا ایک ایسے وقت میں قتل جب کہ ان کی بڑی ضرورت تھی پاکستان اور باقی دنیا کیلئے بڑے صدمے کا باعث ہے۔ پاکستانی اپنے محبوب لیڈر اور محبّ وطن سے محروم ہو گئے۔''

(۱۳) نائب وزیراعظم ایران۔ حسین فاطمی:

''لیاقت علی خان مسلم ممالک کے اتحاد کے حامی تھے اور ہمارے قریبی دوست تھے۔''

(۱۴) سفیر مصر ڈاکٹر عبدالوہاب عزام:

''قائد ملت کی موت عالمِ اسلام کیلئے ناقابل تلافی نقصان ہے وہ ایک بڑے مسلمان رہنما اور مدبر تھے۔ مجھے ان پر ہمیشہ فخر رہا۔ ان کی موت حادثۂ جانکاہ ہے۔''

(۱۵) ناظم الامور سعودی ۔ سید فواد الخطیب:

''قائد ملت جہاد کی روح تھے۔''

(۱۶) مسٹر ہربرٹ ماریسن سابق برطانوی وزیر امور خارجہ:

''مسٹر لیاقت علی خان ایک اہم سیاست دان تھے اور بڑی اہلیت کے مالک تھے۔ آپ کی وفات پاکستان اور دولت مشترکہ کیلئے نقصانِ عظیم ہے۔''

(۱۷) کنزرویٹو لیڈر اور وزیر امور خارجہ برطانیہ اینتھونی ایڈن:

''مجھے پاکستان کے عظیم المرتبت لیڈر کی وفات سے سخت صدمہ ہوا وہ ایک دانشمند، مدبر اور بہادر محبِّ وطن تھے۔''

(۱۸) برطانوی سفیر متعین امریکہ ۔ اویور فرینکس:

''پاکستان نے اپنے اس بڑے کو کھو دیا جس نے اسے عروج پر پہنچایا تھا۔''

(۱۹) یونانی نمائندہ اقوام متحدہ:

''مسٹر لیاقت علی خان کی وفات سے امن پسند دنیا نے ایک حامی کھو دیا۔''

(۲۰) سفیر شام:

''مسٹر لیاقت علی کا ہولناک قتل صرف پاکستان ہی کیلئے نہیں بلکہ دنیائے اسلام کیلئے عظیم نقصان ہے۔''

(۲۱) سفیر برما:

''پاکستان نے اپنے اصلی معمار کو کھو دیا، مسٹر لیاقت علی سے چار سالہ ملاقات کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان کو ان کی کتنی اشد ضرورت تھی۔''

(۲۲) بھارتی ہائی کمشنر متعین پاکستان:

''مسٹر لیاقت علی خان نے پاکستان کی تعمیر میں بہت بڑا حصہ لیا اور ان کا نام

تاریخ میں بحیثیت عظیم لیڈر کے برقرار رہے گا۔ وہ پاکستان کے لئے زندہ رہے اور پاکستان ہی کیلئے اپنی جان دے دی۔''

(۲۳) صدر انڈیا لیگ امریکہ۔ مسٹر جے سنگھ:

''پاکستان کا ایک ممتاز فرزند مر گیا۔''

(۲۴) سیکریٹری جنرل اقوام متحدہ۔ ٹریگولی لی:

''لیاقت علی اپنے ملک کے مفاد کیلئے جس قدر منہمک رہتے تھے اور بین الاقوامی معاملات پر امن طریقہ سے حل کرنے کی جتنی حمایت کرتے تھے میں اس سے بہت متاثر تھا۔ ان کی وفات سے اقوام متحدہ کو نقصان عظیم ہوا۔''

(۲۵) نمائندہ اقوام متحدہ برائے کشمیر۔ ڈاکٹر فرینک گراہم:

''مرحوم سے جب بھی ملاقات کا موقع ملا میں ان کے خلوص نیت اور باشندگان پاکستان کی بہبود کیلئے ان کی مساعی سے بہت متاثر ہوا۔''

(۲۶) وزیر خارجہ مصر ڈاکٹر محمد صلاح الدین:

''بطل حریت اور مشہور مسلم مدبر کی شہادت افسوس ناک ہے۔''

(۲۷) وزیر مختار عرب:

''عالم اسلام کا لیڈر چل بسا۔''

(۲۸) دفتر خارجہ فرانس:

''ملکی اندرونی و بیرنی پالیسیوں کا بنانے والا آج پاکستان سے رخصت ہوگیا۔''

(۲۹) سر اسٹیفورڈ کرپس:

''لیاقت نہ صرف لیگ کے بانی تھے بلکہ پاکستان کے بانی تھے۔'

(۳۰) ایجنٹ جنرل حیدرآباد دکن ۔ مسٹر مشتاق احمد خان:

’’میں الفاظ میں اپنے جذباتِ الم کا اظہار نہیں کر سکتا۔ قائد ملت نے اس نئی مملکت کو توانائی بخشی تھی۔‘‘

کردار

شہیدِ ملت خان لیاقت علی کا کردار شروع سے آخر تک اسلام کی تمدنی قوت کا مظہر اور سراپا تبلیغ تھا۔ مرحوم کے گھریلو حالات' روزمرہ کی عادات' قابلیت' ایثار' مسلسل جدوجہد' دیانت داری اور فرض شناسی ان کے بے مثال کردار کا نمونہ ہیں اور ان سے بڑے کار آمد سبق ملتے ہیں۔ قائداعظم کے سب سے زیادہ قابلِ اعتماد ساتھی کی حیثیت سے مسلمانوں کو آزادی کی جدوجہد میں کامیاب بنانے والے کا کردار ضرور درخشاں ہونا چاہئے۔ پنڈت نہرو کی طرح سیاست دانی مرحوم کو ورثے میں نہیں ملی کہ آنکھ کھولتے ہی وہ اپنے کو لیڈروں کی صف میں پاتے۔ یہ ان کے کردار کی بلندی' ان کی دیانت داری ایثار اور محنت کا نتیجہ تھا کہ قائداعظم کے بعد وہ اُن کے حقیقی جانشین ثابت ہوئے اور ان کی ہمت اور خود اعتمادی کا ماہتاب برابر روشن رہا۔ گزشتہ چار سال کے مختصر عرصہ میں مرحوم نے پاکستان کو مستحکم اور ترقی یافتہ ملک بنانے کیلئے جو شاندار اور انتھک کوششیں کیں ان کا اثر قوم کے ہر شعبۂ حیات پر پڑا۔ مرحوم نے دنیا کو دکھلا دیا کہ وہ کون سی انتظامی قابلیت' بلند ہمتی اور عملی سوجھ بوجھ

مسلمانوں میں پوشیدہ ہے جس کی بدولت انہوں نے برسوں کامیاب حکومت کی۔
ممکن ہے ان کی سیرت میں دو ایک چیزیں نظروں کو کھٹکتی دکھلائی دیں۔ لیکن ہمیں ان کو فرشتہ نہ تصور کرتے ہوئے انسان کی فروگذاشتیں سمجھ کر نظر انداز کرنا پڑے گا۔ ان کا ایثار، قابلیت، ذہنِ باتدبیر اور سچی قومی خدمت کا جذبہ اتنا حاوی ہے کہ کسی معمولی کمزوری کی طرف ذہن منتقل ہی نہیں ہوتا۔ ان کے عمل کی دنیا میں ان کی تجویزوں اور کامیاب منصوبوں کو دیکھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے اور پھر جب آخر کار قومی قیادت کی محفل ہی میں انہیں جامِ شہادت نوش کرتے دیکھتا ہے تو بیساختہ زبان سے نکل جاتا ہے کہ یہ انسانی کردار کا بلند ترین مقام ہے۔
آیئے اسی بلند مرتبت ہستی کے کردار کا مختصر سا جائزہ لیں اور پھر اس کے بتلائے ہوئے اصولوں پر گامزن ہو جائیں۔

کردار بحیثیت فرزند:

قابل فخر ہیں ایسے والدین جو لیاقت علی جیسے دانشمند و دور اندیش محبّ وطن پیدا کریں۔ وہ اپنی خوش نصیبی پر جس قدر بھی ناز کریں کم ہے کہ ایک پُر آسائش ماحول اور امارت میں زندگی بسر کرنے والا فرزند اپنے والدین کا کس قدر مطیع و فرمانبردار تھا۔ جس کی طفلانہ اور معصومانہ شوخیوں میں بھی ماں باپ کا درجہ اتنا بلند تھا کہ جتنا کہ اسلامی روایات میں ہے۔

قائدملت کی والدہ ماجدہ کے بیانات سے جتنے بھی واقعات معلوم ہو سکے ان سے قطعی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا دلارا فرزند باوجود طفلانہ شوخی و شرارت کے جو کبھی تکلیف کا باعث نہ تھیں ہمیشہ اپنی شفیق ماں اور باپ کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنا رہا اور بھولے سے بھی کبھی ان لوگوں نے اس پر ہاتھ نہ اٹھایا۔ جس بات کی

ان کو تنبیہ کی جاتی اس پر سختی سے عمل کرتے۔ ہاں جس بات پر ضد کر لیتے اسے ضرور پورا کر کے چھوڑتے لیکن اس ضد میں بھی آدابِ خوردی کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ چنانچہ ایک بار اپنے والد بزرگوار سے اس بات پر مچل گئے کہ انہیں ''سلک ہی کی شیروانی'' درکار ہے۔ بچے عموماً ضدی ہوتے ہیں لیکن اپنی ضد میں بزرگوں کے وقار کو قائم رکھ کر ضد پوری کرا لینا صرف لیاقت جیسے فرزند کا کام تھا۔ انہوں نے صرف سکوت اور آنسوؤں کے حربوں سے اپنی ''سلک کی شیروانی'' حاصل کر لی۔

اسی طرح ایک بار رمضان المبارک میں جبکہ مرحوم کی عمر صرف چار سال کی تھی ان کے والد نے انہیں روزہ رکھنے کے ارادے سے باز رکھنا چاہا اور سخت مخالفت کی۔ بچے کے سامنے دو متضاد لیکن اپنے اپنے مقام پر اہم صورتیں آ گئیں۔ ایک تو والد کا حکم جس کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ضروری اور دوسرا رمضان المبارک کی حرمت کا احساس۔ والد کا دل رکھنے کیلئے معصوم بچے نے بظاہر خاموشی سے سر جھکا دیا لیکن جذبہ ایمانی کے آگے سر کو بلند کر لیا اور ایک ملازم سے مل کر خفیہ طور پر سحری کھا کر سو گیا۔ صبح ناشتہ پر اپنے روزے کا اعلان کیا تو والدین نے گلے لگا لیا' پیار کیا اور اپنے فرمانبردار چہیتے فرزند کے چہرے پر درخشاں مستقبل کی عظمتوں کا جائزہ لینے لگے۔

آج تمام فرزندانِ ملت کو معصوم لیاقت علی سے سبق لینا چاہئے کہ ماں اور باپ کی اطاعت و فرمانبرداری کے سایہ میں کتنی قابلِ رشک عظمتیں پوشیدہ ہیں۔

بحیثیت خاوند:

جب قائد ملت دسویں جماعت میں تعلیم پاتے تھے تو ۱۹۱۴ء میں ان کی شادی جہانگیرہ بیگم بنت نواب عمر دراز علی خان سے ہوئی جو رشتہ میں لیاقت علی خان کی چچازاد بہن تھیں اور بچپن میں ساتھ ہی کھیلی کودی بھی تھیں۔

لیاقت علی خان ان شوہروں میں سے نہ تھے جو بیویوں کے حقوق سے غافل رہتے ہیں۔ انہیں ہمیشہ اس کا احساس رہا کہ عورت کا دل میلا نہ ہونے پائے۔ ان کی والدہ محترم محمودہ بیگم نے اس کا اظہار کیا کہ مرحوم کو جہانگیرہ بیگم سے والہانہ محبت تھی۔ بغیر ان کے کھانے پر نہ بیٹھتے اور انہی کے ہاتھ کا بنا ہوا پان کھاتے۔ کُرتے پہننے کا بہت شوق تھا اور جو ہمیشہ اپنی بیگم جہانگیرہ کے ہاتھوں پورا کرتے۔ جو رات رات بھر جاگ کر اپنے محبوب شوہر کیلئے کُرتے تیار کرتیں۔ اتفاقِ وقت ہی کہنا چاہئے کہ شادی کے بارہ برس کے بعد محبت اور اخلاص کے پیکروں کو جدا ہونا پڑا اور لیاقت علی نے چند نامعلوم وجوہات کی بنا پر علیحدگی اختیار کرلی تاہم ان کے دل ایک رہے۔ جہانگیرہ بیگم نے اس کا انکشاف کیا کہ ان کے ''فرشتہ خصلت شوہر'' ظاہری علیحدگی کے بعد بھی ان کیلئے برابر ضروریاتِ زندگی فراہم کرتے رہے اور خط و کتابت کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا۔

قائد ملت نے اپنی دوسری شادی اپریل ۱۹۳۳ء میں رعنا بیگم سے کی۔ جن سے وہ پہلی بار ۱۹۲۸ء میں ملے تھے جبکہ وہ لکھنو یونیورسٹی کی طالبہ تھیں اور بہار ریلیف فنڈ کیلئے ٹکٹ فروخت کر رہی تھیں۔ بیگم رعنا سے بھی مرحوم کو حد درجہ محبت تھی اور ملک کے کسی کونے میں جاتے تو بغیر بیگم کے قدم نہ اٹھاتے۔

لیاقت علی کی ازدواجی زندگی نہایت کامیاب پُر امن اور خوشگوار اس لئے تھی کہ وہ ایک شوہر کے فرائض سے بخوبی واقف تھے۔ ان کے قریب ترین دوست و اعزا اس کے شاہد ہیں کہ ان کی ہر دو بیگم صاحبان کے بیانات ہیں کہ ان کے ازدواجی تعلقات ہمیشہ بدگمانی اور اختلافِ مزاج کے زہریلے اثرات سے نہ صرف پاک ہی تھے بلکہ ان میں ایسی لذت اور حلاوت تھی کہ دل جھوم جھوم اٹھتے

تھے اور گھر فردوس سے بھی زیادہ راحت آفریں بنا تھا۔ جہاں تک ان کے دوستوں اور عزیزوں سے معلوم ہوسکا یہی معلوم ہوا کہ مرحوم کو ایسی کوئی خاص شکایت جہانگیرہ بیگم سے نہ تھی جس سے وہ دوسری شادی کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہ صرف پروپیگنڈہ ہے کہ پہلی بیوی سے آپ سخت ناراض تھے۔ نہ مرحوم نے اس پر روشنی ڈالی اور نہ دونوں بیگم صاحبان نے اس افواہ کی تصدیق کی۔ پھر اگر جہانگیرہ بیگم سے اختلاف ہوتا تو وہ اپنے خاوند کو ''فرشتہ خصلت شوہر'' کے لقب سے کیوں یاد کرتیں اور اس کی شہادت کیونکر دیتیں کہ مرحوم ہمیشہ ان کی ضروریات کے کفیل رہے۔ دو شادیاں کرنا گناہ نہیں۔ ہاں انہیں نبھانا انتہائی مشکل ہے لیکن لیاقت علی نے اس طرف سے بھی لیاقت دکھلائی اور نہایت پیار و محبت سے نبھایا۔

بحیثیت باپ:

لیاقت علی خان جہاں فرمانبردار فرزند تھے وہاں ایک شفیق باپ بھی تھے۔ وہ اپنے بچوں سے حد درجہ محبت کرتے اور ان کے آرام و آسائش کے ساتھ ساتھ تعلیم کا بھی خاص خیال رکھتے تھے۔ جہانگیرہ بیگم کے بطن سے ان کے بڑے صاحبزادے ولایت علی خان اپنے والد لیاقت علی خان کے انگلینڈ روانہ ہونے سے صرف ایک ماہ قبل پیدا ہوئے تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کے فرض نے انہیں اپنے بچے کو چھوڑ کر اتنی دور جانے پر مجبور کر دیا تھا لیکن وہاں ان کا دل برابر بچے کیلئے تڑپتا رہا اور جب وہ انگلینڈ سے واپس آئے تو انہوں نے اپنے بچے کی دیکھ بھال کیلئے ایک نیک دل جرمن خاتون مسز مارٹیمر کو مقرر کیا اور بہتر پرورش کرنے کی ہدایت کرتے رہتے۔

اسی طرح مرحوم کے دو ہونہار بچے اشرف علی اور اکبر علی جو بیگم رعنا کے بطن

سے ہیں ہمیشہ اپنے والد کی محبت اور شفقت کا مرکز بنے رہے۔ چونکہ مرحوم کے دل میں تعلیم کی عظمت ہمیشہ سے جاگزیں رہی اس لئے اپنے دونوں جگر پاروں کیلئے انہوں نے انگلینڈ میں انتظام کیا تھا اور خواہش تھی کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں۔ وہ اپنے تمام کردار کا عکس اپنے بچوں پر ڈال رہے تھے اور چاہتے تھے کہ ان کے بچوں کا مستقبل بھی نہایت شاندار ہو۔ ایک شفیق باپ کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا آرزو ہو سکتی ہے۔

مرحوم اپنے بچوں کی ہر ضد پوری کرتے رہے لیکن آخر وقت انہوں نے ہمارے سامنے ایک خاص کریکٹر پیش کر کے سبق دیا کہ دیکھو جگر پارے کی ضد قوم اور ملت کے مفاد پر قربان کی جاسکتی ہے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اشرف ضد کرتا رہا' باپ کا دامن تھامتا رہا لیکن خدمتِ قوم کے فرائض نے اپنا دامن چھڑانے پر مجبور کر دیا۔ وہ شفیق اور ہمدرد باپ جو ہمیشہ بچوں کا دل رکھتا تھا قوم وملت اور پاکستان کا دل رکھنے کیلئے بچے کا دل توڑ کر شہادت کا جام نوش کرنے روانہ ہو جاتا ہے۔ کیا یہ واقعہ اولاد والوں کو سبق دینے کیلئے کافی نہ ہوگا کہ اگر قوم و ملک کو ضرورت پڑ جائے تو اس پر بیوی اور اولاد کی محبت کا صدقہ اتارا جاسکتا ہے اور حقوق کی حفاظت کیلئے خون کا آخری قطرہ بھی بہایا جاسکتا ہے۔

بحیثیت انسان:

قائد ملت لیاقت علی خان ایک کامل انسان تھے۔ عالی ہمت' مستقل مزاج' حلیم و بردبار اور معاملہ فہم ہونے کے علاوہ ان کی خوش خلقی' فیاضی' رحم دلی اور متوازن مزاجی ان کے کامل انسان ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ان کی دلکش شخصیت سے جو بھی قریب ہوا وہ متاثر ہو کر ان کا گرویدہ ہو گیا۔ مرحوم کو ہر قسم کے ساتھیوں

سے تعاون حاصل کرنے میں خاص ملکہ تھا۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ وہ جب بھی کسی جماعت میں شرکت کرتے تو ہمہ تن اسی کے ہو جاتے۔ چنانچہ مسلم لیگ میں شمولیت اس کا بین ثبوت ہے۔ جس وقت مسلم لیگ میں شریک ہوئے اپنی زندگی اس کی خدمت کیلئے وقف کردی اور پھر مر کر ہی اس سے جدا ہوئے۔ مخالفت کی آندھیوں اور زر و جواہر کی جھنکاروں کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اپنے ذاتی مفاد اور ذاتی وقار کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنے انسانی کردار کو انتہائی بلند رکھا۔

نواب زادہ تو تھے ہی۔ امارت ہمیشہ ان کے دروازے پر بھیک مانگتی۔ بڑی رئیسانہ شان سے زندگی گزار سکتے تھے لیکن انسانیت کی حمایت اور خدمت کیلئے انہوں نے فرسٹ کلاس میں سفر کرنا بھی ترک کردیا تھا۔ اکثر صرف سوٹ کیس ہونے پر قلی بھی نہ کرتے اور دریافت کرنے پر کہتے ''اب میرا پیسہ مسلم لیگ کی دولت ہے' فرسٹ کلاس اور نوکر چاکروں کا زمانہ گیا۔'' یہی نہیں بلکہ خودداری بھی جو انسانی فرض ہے ان میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی میں عہدہ یا خطاب حاصل کرنے کیلئے بڑے سے بڑے حکام کی خوشامد نہیں کی۔ ان کا نظریہ تھا کہ انسان صرف اسی وقت تک انسان ہے جب تک اسے اپنی خودداری کا احساس ہے۔ اپنی خودداری پر آنچ نہ آتے ہوئے اسے تن من دھن سے خدمتِ خلق کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ قیامِ پاکستان سے قبل مرحوم نے اپنے تمام کردار سے یہ ثابت کردیا کہ بحیثیت انسان ان کے دل میں مسلمان بھائیوں کا کس قدر درد ہے۔ انہیں متحد کر کے ایک جھنڈے کے نیچے لانے میں مرحوم کو جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا وہ اظہر من الشمس ہے۔ قیام پاکستان کے بعد ہی جب ان کے ملی بھائیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جانے لگے تو جذبۂ انسانی پر ضربِ کاری لگی اور وہ اپنا

ہیڈ کوارٹر لاہور بنا کر چھ ماہ تک دربدر کی خاک چھانتے پھرے۔ پھر جان ہتھیلی پر رکھ کر ہندوستان کے تمام خطرناک علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے امن و صلح کا پیغام دیتے رہے۔ ۱۹۵۰ء کے اوائل میں مسلمانوں پر پھر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ مہاجرین کا سیلاب پاکستان کی طرف بڑھنے لگا۔ مصیبت زدہ بھائیوں نے آواز لگائی تو لیاقت نے پھر اس پر لبیک کہا اور دہلی جانے کا ارادہ کرلیا۔ ملت ان کے دامن سے لپٹ گئی اور ہر طرح چاہا کہ اس خطرناک آگ میں نہ کودیں لیکن انسانیت کے فرض کو پورا کرنے کیلیۓ انہوں نے صاف اعلان کر دیا کہ ''میری جان قوم پر نثار ہو جائے تو مجھے پروانہ ہوگی'' چنانچہ اپنا فرض پورا کر دکھایا جو ''لیاقت نہرو پیکٹ'' کے نام سے مشہور ہے۔

مرحوم کی انسانیت اور محبت کا دوسرا ثبوت غریب مہاجروں کی آبادکاری میں مضمر ہے۔ خود مہاجر ہونے کی وجہ سے انہیں مہاجرین کی مشکلات کا کافی احساس تھا۔ چنانچہ انہوں نے مہاجروں کی آبادکاری میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ ان کا خیال تھا کہ مہاجرین کا پاکستان پر مقامی باشندوں سے زیادہ حق ہے۔ انہوں نے اپنا خون بہایا اور قربانیاں پیش کی ہیں۔ اپنے مال و اسباب کو لٹاتے اور بچوں کو دشمنوں کے ظلم وستم کے حوالے کرتے ہوئے پاکستان آئے ہیں۔ پاکستان کو ان کا دل سے خیر مقدم کرنا چاہیۓ اور ان کے تمام آرام و آسائش کے لئے جان توڑ کوشش کرنی چاہیۓ۔ اسی لئے مرحوم نے دفاع کے بعد مہاجرین کی آبادکاری کے مسئلہ کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔

اقلیتیں بھی ان کے حدودِ انسانیت سے باہر نہ تھیں۔ انہوں نے ہر موقع پر اپنی انسان دوستی کا ثبوت دیا اور آج اسی کا نتیجہ ہے کہ کروڑوں ہندو مملکتِ پاکستان میں

مکمل آزادی کے سانس لے رہے ہیں اور ہر کام میں مسلمانوں کے دوش بدوش نظر آتے ہیں۔

۱۵ اگست ۱۹۵۱ء کو مرحوم نے اعلان کیا تھا کہ ''ہم پر اقلیتوں کے حقوق ہیں اور اسلام نے ہمیں سکھلایا ہے کہ اقلیتوں کے ساتھ کس طرح سلوک کرنا چاہئے اور جب تک پاکستان اسلامی اصولوں پر قائم رہے گا ہم اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور برابری کا برتاؤ کرتے رہیں گے۔

پنجاب کے سیلاب نے لیاقت علی کے کردار کو ایک بار پھر کسوٹی پر پرکھا۔ سیلاب نے پنجاب کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ تجارت بند، کھیتی تباہ و برباد، چہل پہل مفقود، محلوں اور سڑکوں پر ایک عجیب سی ویرانی برسنے لگی۔ انسانیت کی یہ تباہی و بربادی لیاقت علی سے نہ دیکھی گئی۔ انہوں نے فوراً دفاعی انتظامات شروع کر دیئے اور حکومت کی طرف سے امداد کیلئے سرکاری خزانہ کا منہ کھول دیا۔ بھٹکتی ہوئی انسانیت کو بچا کر لاکھوں دعائیں لیں اور کردار کی کسوٹی پر کھرے اور انسانِ کامل ثابت ہوئے۔

انسانی فرائض میں سے ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ انسانیت کا گلا نہ کاٹے اور کشت و خون سے پرہیز کرے۔ چنانچہ لیاقت علی خان کے کردار میں یہ چیز ہمیشہ نمایاں رہی۔ انہوں نے افغانستان جیسے بدترین دشمن کی آوازوں کو بھی مجذوب کی بڑ سمجھا اور کبھی اس پر تلوار اٹھانے کا خیال نہ کیا بلکہ خواہش دکھلاتے رہے کہ انسانیت کا خون نہ بہا کر بھٹکے بھائی کو راہِ راست پر لانا بہتر ہے۔ کشمیر میں عارضی صلح کر کے جنگ بند کر دی۔ کوریا میں جنگ کے شعلوں میں مغربی طاقتوں کی انتہائی کوشش کے باوجود پاکستانی افواج کو جلنے نہ دیا اور صاف انکار کر دیا لیکن اس کے

یہ معنی نہیں کہ مرحوم کا خون بالکل منجمد ہو چکا تھا۔ جسم کی حرارت ہی غائب ہو چکی تھی۔ انہوں نے اپنی انسانیت کی اعلیٰ ترین مثالیں دیں لیکن جب دیکھا کہ امن و صلح کے دروازے کشمیر کی قسمت کا فیصلہ کرانے کیلئے بند ہو گئے اور بھارت نے سرحد پر اپنی فوجیں بھی لا کھڑی کیں تو مجبور ہو کر خود بھی جارحانہ کارروائیوں سے بچنے کی تدبیریں کرنے لگے اور مکے کو اپنا قومی نشان بنا کر دشمنوں کو یہ دکھلا دیا کہ جب انسان کا پیمانۂ صبر لبریز ہو جاتا ہے تو وہ اینٹ کا جواب پتھر سے بھی دے سکتا ہے۔ انہوں نے کشمیریوں کی حفاظت کا بیڑا اٹھا لیا اور اعلان کر دیا کہ ''پاکستان کبھی یہ برداشت نہیں کرے گا کہ تیس لاکھ کشمیری مسلمانوں کو جبراً کسی غیر ملک کی غلامی میں دے دیا جائے۔''

ان خوبیوں کے علاوہ لیاقت علی خان میں چند انسانی کمزوریاں بھی تھیں جو صرف ان کے گھریلو معاملات اور نجی تعلقات ہی تک محدود تھیں اور جن سے دنیا کا بڑے سے بڑا آدمی بھی نہیں بچ سکا لیکن ان کے ذاتی جوہر اور جذبۂ ایثار نے ان کمزوریوں پر پانی پھیر دیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مرحوم نے ملک و ملت کی فلاح و بہبود کیلئے دن و رات ایک کر دیئے ایک بھی قابلِ اعتراض کام نہ کیا جس میں ذاتی یا رشتہ داروں کا مفاد شامل ہوتا۔ وزیر اعظم کی حیثیت سے وہ سب کچھ فراہم کر سکتے تھے لیکن انتہا ہے کہ سرکاری قیام گاہ کے علاوہ کوئی دوسرا مکان نہ تھا اور شہادت کے بعد وزیر اعظم پاکستان کی کل کائنات چند سگریٹ' لائٹرز اور مختصر سے بینک بیلنس پر مشتمل تھی۔ مرحوم نے اس کا مکمل ثبوت دیا کہ ملک کے اصل مالک عوام ہیں اور حکومت صرف ان کی نمائندگی کرتی ہے۔ اسی جذبہ کو پیش نظر رکھ کر باوجود اپنی متعدد مصروفیات کے انہوں نے مسلم لیگ کی صدارت منظور کر لی اور ایک بار پھر دنیا پر

ثابت کر دیا کہ مملکتِ پاکستان میں انسانیت کا گلا نہیں گھونٹا جاتا بلکہ عوام اور حکومت ہر طرح ایک ہیں اور ان میں پورا تعاون ہے۔ وہ اسلامی مساوات کے قائل تھے اور رسولِ مقبولؐ کے بتلائے ہوئے راستوں پر انسانوں کو دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ۸ فروری ۱۹۴۹ء کو لیبر کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے تقریر میں کہا کہ ''پاکستان اسلام کے اصول' مساوات' آزادی اور معاشی انصاف پر قائم ہوا ہے۔ میری حکومت کا پہلا فرض یہ ہے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ پر غلبہ حاصل کر کے اسے دبا نہ سکے۔'' غرباء اور مزدوروں کا ہمیشہ ساتھ دیتے رہے اور مزدوروں کے وقار و اہمیت کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے۔ یہ صرف اس لئے کہ اس عمل میں خدا اور رسول کی خوشی شامل ہے۔

بحیثیت انسان لیاقت علی ایک سچے مسلمان کی طرح زندہ رہے اور ایک شہید کی موت مرے۔ انسانِ کامل ہونے کیلئے اور کیا چاہئے۔

بحیثیت دوست:

لیاقت علی خاںؒ جہاں فرمانبردار فرزند' دلکش شوہر' شفیق باپ اور کامل انسان تھے وہاں مخلص اور سچے دوست بھی تھے۔ بچپن ہی سے ان کی دوستی کا دائرہ نہایت وسیع تھا اور جوان سے ایک بار ملا بس اس نے انہیں کا دم بھرا۔ عزیز ہو یا غیر' ہمسایہ ہو یا دور بسنے والا' مرحوم کی دوستی کا ہاتھ ہر طرف بڑھتا۔ بقول خلیق الزمان سابق صدر مسلم لیگ پاکستان '' مرحوم میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ سیاسی اختلافات کی وجہ سے نجی تعلقات کو خراب نہیں ہونے دیتے تھے۔''

یہی بات مرحوم کی دوستی قائم رکھنے کا سب سے بڑا راز تھا۔ وہ ہمیشہ اس بات کے کوشاں رہے کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جو دوستانہ تعلقات کے درمیان پہاڑ بن

جائے۔ اسکول اور کالج میں تو دوست کافی حد تک نظر آتے ہیں لیکن اس فضا سے نکلنے کے بعد اور ترقی کی منزلوں پر پہنچ کر لوگ زیادہ تر اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔ مگر لیاقت علی نے آخر عمر تک اپنے دوستوں کی محبت کا دم بھرا اور اکثر و بیشتر ان کا ذکر کرتے رہے۔ مسلم لیگ میں شمولیت کے بعد قائداعظم کی دوستی کو تاریخ کے اوراق سنہرے لفظوں میں پیش کریں گے۔ دس بارہ برس کی جدوجہد میں کوئی بھی ایسی مثال سامنے نہیں جس میں قائداعظم اور قائدملت کے درمیان کسی بھی چھوٹے یا بڑے معاملے میں اختلاف پیدا ہوا ہو۔ قائداعظم کی صلاحیتوں کو پرکھنے کے بعد قائدملت نے اپنی رائے اور مرضی کو قائداعظم کی مرضی میں گم کر دیا تھا اور یہی ایک سچے دوست کی شان ہے کہ دوست کو پرکھنے کے بعد اس پر پورا بھروسہ کرے۔

پاکستان میں بھی ہر فرقہ اور ہر مذہب و ملت کے لوگ ان کی دوستی کا دم بھرتے رہے۔ بیرونی حکمتِ عملی پر نظر ڈالنے سے ان کی انتہائی نیک نفسی اور امن دوستی کے جوہر نظر آتے ہیں جن پر کم از کم عام بصیرت رکھنے والے حیران نظر آتے ہیں۔ موتمر عالمِ اسلامی کے اجلاس میں کون ایسا تھا جس نے لیاقت کی دوستی کا دم نہ بھرا ہو۔ اسلامی دنیا کے تمام لیڈر مرحوم کی دوستی کا پیغام ساتھ لے گئے اور عوام کو بھی ان کا گرویدہ بنا دیا۔

قیامِ پاکستان سے قبل ہندو پاکستانی برصغیر کے مسلمانوں اور ایران کے مسلمانوں میں جو قومی اعتبار سے دوستی تھی اسے لیاقت نے اور بھی مضبوط اور مستحکم بنا دیا۔ وہاں کے عوام کے دلوں میں محبت اور مودت کے جذبات ابھار دیئے اور اب بقول ایران کے مذہبی رہنما آقائے سید محمد تقی فلسفی ''ایران اور پاکستان

دونوں نہ صرف ادب، ثقافت اور ہمسائیگی کے رشتوں میں منسلک ہیں بلکہ ان دونوں ہمسایہ ملکوں کے درمیان سب سے بڑا رشتہ مذہب اور اعتقاد کا رشتہ ہے۔''

ایرانی اخبارات نے پاکستان و ایران کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ دونوں ملکوں میں ایسا گہرا رشتہ ہے کہ دنیا میں کسی دوسرے ملک کے درمیان ایسی یگانگت و یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ ایران کا اخبار ''مہر ایران'' یوں رقمطراز ہے کہ ''ایرانی پاکستان کو اپنا دوسرا وطن سمجھتے ہیں۔''

کچھ ایران پر ہی منحصر نہیں بلکہ موتمر عالمِ اسلامی کے صدر نے کہا کہ ''عالمِ اسلام پاکستان کے موقف کا حامی ہے۔'' اور یہ سب طفیل ہے لیاقت علی کی دوستی کا جس کو وسیع کر کے انہوں نے پاکستان کی عظمت و وقار میں چار چاند لگا دیئے۔

ریڈکلف اور ماؤنٹ بیٹن کی مہربانیوں سے نقصان اٹھانے کے بعد حیدرآباد، جونا گڑھ اور کشمیر کے معاملہ میں برطانیہ کے طرزِ عمل کو بھارت کی موافقت اور پاکستان کی مخالفت میں دیکھتے ہوئے بھی لیاقت نے دوستی کی مثال قائم کر دی اور پاکستان آج تک بغیر کسی شرط کے دولتِ عامہ کا رکن ہے اور مجلسِ اقوامِ متحدہ میں امریکہ اور برطانیہ کے ہر اہم اور غیر جانبدارانہ معاملوں میں شریک ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ جب تک دوستی کا کوئی بھی دروازہ کھلا رہے اس سے پیچھے قدم نہ ہٹانا چاہئے۔

افغانستان کی دشمنی اور پختونستان کے ڈھونگ کو دیکھتے ہوئے بھی لیاقت علی نے وہاں کے عوام کو فراموش نہیں کیا اور ان سے آخر وقت تک دوستی کا دم بھرتے رہے۔ لیاقت علی کے الفاظ اب بھی کانوں میں گونج رہے ہیں۔ ''افغانستان کے لوگ ہمارے دوست اور بھائی ہیں لیکن حکومتِ افغانستان پاکستان سے معاندانہ

رویہ اختیار کئے ہوئے ہے۔"

حفاظتی کونسل اور دیگر مواقع پر متعدد بار مسئلہ کشمیر کو سلجھانے کیلئے بھارت بہانے تراشتا رہا لیکن پاکستان نے ہمیشہ ہر بات منظور کر لی یہاں تک کہ اوین ڈکسن کی کوششوں کے تلخ تجربے کے باوجود گراہم کی آمد پر پاکستان ایک بار پھر خوش آمدید کہہ کر آگے بڑھا اور بھارت نے پھر اپنی پرانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے انتہائی بداخلاقی کا ثبوت دیا۔ لیاقت علی خان نے ۴ مارچ ۱۹۴۹ء کو پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے ہندوستان سے بھی دوستی قائم کرنے کا مطالبہ کیا تھا "ہماری یہی خواہش اور کوشش رہی ہے کہ دونوں مملکتوں میں خوشگوار تعلقات ہوں لیکن تالی ہمیشہ ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ ہم امن و آشتی کے متمنی ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ہر ممکن طریقہ سے ہند اور پاکستان کے درمیان جو اختلاف ہوں اس کو دور کر دیا جائے۔ ہم امن پسند قوم ہیں اور ہم نے پاکستان کسی لڑائی اور جھگڑے کیلئے حاصل نہیں کیا ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ وہ علاقہ جو ہمارا نہیں ہے ہم اس کو حاصل کر لیں، ہم آپس میں لڑ کر تباہ نہیں ہونا چاہتے، ہم اسلام کے بنائے ہوئے امن و صلح کے اصولوں پر چلنا چاہتے ہیں اور انہی اصولوں پر ہمیشہ چلتے رہیں گے۔"

ان الفاظ سے صاف واضح ہے کہ وہ ہندوستان کی دشمنی کے باوجود اس سے دوستی کے کس درجہ متمنی تھے اور چاہتے تھے کہ دشمن بھی راہِ راست پر آ جائے۔

حق کی آواز دب نہیں سکتی چنانچہ اسلامی ممالک تو دوست تھے امریکہ اور برطانیہ نے بھی لیاقت علی کو حق و انصاف کی راہ پر دیکھ کر اپنی دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور جب ہندوستان نے ان تمام ممالک کو پاکستان کے حق بجانب اور منصفانہ روش کے خلاف بھڑکانا چاہا تو ان طاقتوں نے بھی رخ پھیر لیا اور بھارت ہی کو مجرم قرار

دیا۔اس سے بھارت کو انتہائی صدمہ ہوا اور اس نے اپنے ہتھکنڈوں کا رخ کشمیر کی طرف فوجوں کی شکل میں پھیر دیا۔ دوستی کے تمام طریقوں کو ختم ہوتے دیکھ کر مجبوراً لیاقت علی کو بھی اعلان کر دینا پڑا کہ علاوہ ہندوستان اور افغانستان کے دنیا کے تمام ممالک ان کے دوست ہیں اور وہی ہوا کہ شہید ہونے پر ان کے سارے دوست تڑپ اٹھے اور دنیا کے گوشے گوشے سے دوستوں کے تعزیتی پیغامات آئے۔

بحیثیت دشمن:

جو پیکرِ اخلاص و محبت ہو' جو امن و آشتی کا پیغامبر ہو اور جو سچا مسلمان ہو کسی کا دشمن کیونکر ہو سکتا ہے۔ لیکن لیاقت علی فرشتہ نہ تھے۔ وہ پیغمبر یا رسول نہ تھے جو انتہائی ظلم و ستم کے باوجود خاموش رہتے۔ ۳۰ نومبر ۱۹۴۸ء کو انہوں نے ڈھاکہ میں اعلان کر دیا تھا کہ ''جب تک جسم میں سانس باقی ہے میں نے ہر حال میں پاکستان کی خدمت کرنے کا فیصلہ کیا ہے' میرا نہ کوئی دوست ہے اور نہ دشمن۔ پاکستان کے دوست میرے دوست اور محبوب ہیں اور پاکستان کے دشمن میرے دشمن ہیں۔''

چنانچہ دنیا کے کونے کونے میں دوستی کا پیغام لے کر پھرے۔ ہر ایک نے ہاتھ بڑھا دیا۔ لیکن بھارت اور حکومتِ افغانستان کی پاکستان دشمنی سے تنگ آ کر خود بھی اس کی دشمنی پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن وہ دشمنی بھی تخریبی نظر سے نہ تھی بلکہ اس میں بھی تعمیری انداز تھا اور اس کی خواہش رکھتے تھے کہ ان بھکے ہوئے ملکوں میں بھی دوستی کی عمارت تعمیر کر دی جائے اور انہیں راہِ راست پر لایا جائے۔

لیاقت علی کو دشمنی تھی ظلم و ستم سے' انہیں دشمنی تھی ناانصافی سے' وہ دشمن تھے ذاتی مفاد اور غاصبانہ حرکات کے' ان کو دشمنی تھی ہندوستان کی تحریک سے جس کا مقصد صرف پاکستان کو ختم کرنا ہی نہیں بلکہ ان تمام علاقوں کو اشوک چکر کے

جھنڈے کا محکوم بنانا تھا جو کسی دور میں ہندوستان میں شریک تھے۔ دشمنی تھی انہیں افغانستان کے اس خاص خاندان کی حکومت کے ظالمانہ نظامِ حکومت سے جس کے تحت ملی وقومی بھائی زندگی اور موت کی کشمکش سے گزر رہے ہیں۔ اہلِ افغانستان مذہباً' نسلاً اور ہر لحاظ سے پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں لیکن بھارت نے افغانستان کے حکومتی طبقے کے حرص وطمع کو اپنے مکر وفریب اور زر پاشیوں سے خوب اشتعال دے رکھا ہے جو پختونستان کا ڈھونگ رچا رہے ہیں اور عوام کی آوازوں کو دبا رہے ہیں۔ بس انہی اہلِ اسلام کی آوازوں کو دبانے والوں ہی کے لیاقت علی سخت ترین دشمن تھے۔ انہوں نے ببانگِ دہل اعلان کر دیا کہ پاکستان برابر اہلِ افغانستان کا دوست اور مذہبی بھائی ہے وہ صرف زر خرید غلاموں کا دشمن ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ دعا گو ہے کہ گمراہ' حق کی راہ پر لگ جائیں۔

لیاقت علی کو دشمنی تھی بھارت کی جارحانہ کارروائیوں سے جن کے اعمال میں مسلمانوں کا قتل عام' حیدر آباد اور جونا گڑھ پر فوج کشی لکھی ہے۔ پھر آخر میں پاکستانی سرحد پر فوجوں کے اجتماع سے جو صرف اس مقصد کیلئے ہے کہ کشمیر میں آزاد استصواب کے بجائے نام نہاد دستور یہ طاقت کے بل بوتے پر قائم کر لی جائے اور اہل کشمیر کو آزاد اظہارِ رائے سے دور رکھا جائے۔ چونکہ یہ عمل مجلسِ اقوام متحدہ کے احکام اور پاکستان کے طے شدہ امور کے منافی تھا اور حق وصداقت کے دائرے میں آتا تھا اس لئے لیاقت علی بھارت سے دشمنی لینے پر مجبور ہو گئے۔ انہوں نے بھارت کی چالبازیوں کو دشمنی کی نگاہ سے دیکھا جس کے ذریعہ بھارت آزاد استصواب سے بچنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ دنیا کو دھوکہ دے کر اپنی تلوار۔ اور روپیہ کے زور پر کشمیر میں اپنے غلاموں کو منتخب کرائے اور مجلس اقوام متحدہ کو اطلاع

دے کہ کشمیر کا مسئلہ طے ہو گیا۔

لیاقت علی کی بھارت سے دشمنی چونکہ حق و صداقت پر تھی اس لئے دنیائے اسلام نے اسے سراہا۔ عرصہ ہوا طہران کے ایک ہفتہ وار اخبار ''مدنیت'' نے ''حملہ آور ہندوستان'' کے عنوان سے اپنے اداریہ میں لکھا تھا۔ ''ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام، حیدرآباد پر قبضہ اور سب سے زیادہ کشمیر پر حملہ اس کے غیر منصفانہ اور انسانیت سوز اقدامات کی بین مثال ہے۔''

پاکستان پر حملہ کی تیاریوں کے سلسلے میں لکھا تھا کہ ''پنڈت نہرو امن کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن انہوں نے ہندوستان میں مسلمانوں پر ایسے مظالم ہونے دیئے جن کی مثال نہیں ملتی انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دنیائے اسلام کے جذبات مشتعل کرنے کا نتیجہ سنگین ہوگا اور وہ انتقامی کارروائی سے ہوشیار رہیں۔''

اس اداریہ سے صاف واضح ہے کہ قائد ملت کی دشمنی بیجا نہ تھی۔ ظلم و ستم کے بے شمار واقعات کے باوجود اپنی رحم دلی کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ پھر بھی ہندوستان سے دوستی کیلئے تیار تھے لیکن ایک شرط ضرور تھی اور کہتے تھے کہ ''پاکستان اور بھارت کے درمیان پائیدار دوستی اس وقت قائم ہو سکتی ہے جبکہ کشمیر کے مسئلہ کا حل حفاظتی کونسل کی ان قراردادوں کے مطابق کر لیا جائے جنہیں پاکستان اور بھارت دونوں منظور کر چکے ہیں۔''

کم ملیں گی ایسی ہستیاں جن کی دشمنی میں بھی دوستی کی جھلک دکھائی دے۔

بحیثیت وزیر خزانہ:

۱۹۴۶ء میں جب کہ غیر منقسم ہندوستان میں مسلم لیگ نے عارضی حکومت میں شریک ہونا منظور کر لیا تو وزارتِ خزانہ کا بار لیاقت علی خان کے کاندھوں پر ڈالا

گیا۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا بلکہ مخالفین کو سو فیصد یقین تھا کہ مالی مسائل کے حل میں لیاقت علی کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گے اور منہ کی کھانا پڑے گی۔ بجٹ حکومت کی روایات پر دلالت کرتا ہوگا کہ وہ لکیر کے فقیر ثابت ہوں گے۔ یہ کوئی نہ سمجھتا تھا کہ قائد ملت میں دنیا کی بے پناہ صلاحیتیں موجود ہیں جنہیں وہ ہر شعبۂ حیات میں نہایت کامیابی کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔

۱۹۴۷ء میں لیاقت علی ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں تاریخی بجٹ پیش کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اسی زمانہ میں جب قائداعظم کو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے انتخاب میں مسلم لیگ کے نمائندے مسٹر زاہد حسین کا مقابلہ کریں گے تو انہوں نے لیاقت علی ہی کو علیگڑھ جانے کیلئے منتخب کیا۔ ایسے وقتوں میں لوگ کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں اور جب کہ پہلی بار دنیا کے سامنے بجٹ پیش کرنا تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے قائداعظم کے حکم کی تعمیل کی اور علیگڑھ روانہ ہو گئے۔ ساتھ ہی ساتھ اپنے اسپیشل سیلون میں پورے دفتر اور عملے کے ساتھ بجٹ کی تیاری میں بھی مصروف رہے۔ علی گڑھ پہنچ کر انتخاب کی نگرانی بھی ہوئی اور بجٹ کے کام میں بھی فرق نہ آیا۔ چنانچہ یہ پہلے مسلمان تھے جنہوں نے اپنی ذہانت کی بدولت انگریزوں کے زمانے میں ایک مکمل بجٹ پیش کیا۔

جب یہ بجٹ پیش کیا گیا تو لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ اتنا انقلابی اور مکمل بجٹ تھا کہ سارے ہندوستان میں کیا ساری دنیا میں ان کی فہم و فراست اور قابلیت کا ڈنکا بجنے لگا۔ لیاقت کے بجٹ کو ''غریب آدمی کا بجٹ'' کہا گیا۔ یہ ان کی زندگی کا اہم ترین واقعہ تھا۔ لیاقت علی نے اپنے بجٹ میں دولت مندوں، بڑے

تاجروں اور صنعت کاروں کیلئے کوئی گنجائش نہ رکھی تھی۔ ان سب پر بھاری ٹیکس عائد کئے تھے اور غریب عوام کے بوجھ کو ہلکا کیا گیا تھا۔ دولت مندوں پر غریبوں کی فتح تھی جسے بڑے بڑے سود خور رشوت خور کبھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ کانگریسی لیڈر بھی مخالفین کی ہاں میں ہاں ملانے لگے اور بجٹ کی انتہائی مخالفت کی گئی لیکن لیاقت علی نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ وہ اپنے ارادوں اور فیصلوں پر پہاڑ کی طرح اٹل ہیں۔ انہوں نے کسی بھی بنیادی ترمیم کو قبول نہ کیا اور لوگوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ الغرض بحیثیت وزیر خزانہ لیاقت علی نے ہر ایک سے اپنی صلاحیت کا لوہا منوالیا۔

بحیثیت وزیر دفاع:

قائد ملت لیاقت علی خان کو اس بات کا پورا احساس تھا کہ دفاعی استحکامات کے بغیر ملک میں امن کا قیام ناممکن ہے۔ جس وقت انہوں نے بحیثیت وزیر دفاع ذمہ داری سنبھالی تو پاکستان کی فوج انتہائی ابتر اور غیر منظّم حالت میں تھی کچھ تو فوج اٹلی میں تھی اور کچھ ملایا میں۔ جو سرحد پر موجود تھی وہ بھی نہ ہونے کے برابر کیونکہ ان کیلئے نہ تو ساز و سامانِ حرب' نہ توپ نہ طیارے۔ نہ مشین گن نہ ہوائی جہاز نہ گولہ بارود صرف اللہ ہی اللہ تھا۔ لیاقت علی کو زندگی میں کبھی بھی دفاعی انتظامات کی کوئی ٹریننگ نہیں ملی لیکن اس میں بھی ان کی صلاحیت اپنی مثال آپ ہے۔ ہم جہاں تک ان کے دفاعی انتظامات پر نظریں دوڑاتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ مرحوم نے اس چار سال کی مدت میں پاکستان کے پورے وسائل کو اس کی زندگی کی بقا اور ترقی کیلئے پوری توجہ کے ساتھ استعمال کیا۔ جس کی بدولت آج قوی ترین دشمن باوجود اپنے تمام وسائل و ذرائع کے اپنی بد دیانتیوں کو عمل میں نہ لا سکا۔ اور پاکستان کی طرف

خطرناک قدم بڑھانے کی جرات نہ ہوئی۔ پاکستان سے ٹکر لینے میں بربادی کی جھلک خود بھارت کی ذمہ دار شخصیتوں نے دیکھی ہے اور اعتراف کیا ہے کہ "پاکستان سے جنگ کرنا بھارت کیلئے بربادی کا پیش خیمہ ہے"۔

جذبۂ عمل اور سعیٔ پیہم ہی مضبوط و آہنی ملک کے خواب کی تعبیر بن سکتے ہیں خطروں کے تمام تر امکانات کو ختم کرنا اسی وقت ممکن ہے جب ملک کا ہر فرد مسلسل محنت اور اعلیٰ تربیت سے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ ہنگامی حالات پر کامل یقین کے ساتھ برمحل اور بروقت ملک کی سچی خدمت کر کے اس کے دفاع کا حق ادا کر دے۔ اس کا احساس اسی وقت ہوسکتا ہے کہ انسان کو ذاتِ خدا پہ توکل اور بھروسہ ہو۔ اسے یہ یقین ہو کہ بجز اس کے دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو سر جھکا سکے۔ جب اسے سچے مسلمان کی عظمت کا احساس ہو جائے کہ وہ زندگی میں غازی اور شہادت کے بعد شہید کا مرتبہ حاصل کرتا ہے وزیر دفاع قائد ملت نے یہی جذبہ ہر دل میں پیدا کر دیا اور لوگ سیاسی جتھ بندی اور طبقاتی کشمکش سے کنارہ کش ہو کر ملک کے دفاع کیلئے تیار ہو گئے۔

بحیثیت وزیر دفاع خان لیاقت علی خان نے ۴ مارچ ۱۹۴۹ء کو پارلیمنٹ میں بجٹ پر بحث کرتے ہوئے بتلایا تھا کہ مشرقی پاکستان ہو یا مغربی دونوں کی حفاظت کیلئے ہمیں پوری طرح تیار رہنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ: مشرقی بنگال کے دفاع پر پاکستان کے دفاع کا دارومدار ہے۔ پاکستان کی زمین کا ایک ایک انچ ہمارے لئے مقدس ہے۔ چاہے وہ مشرقی بنگال ہو یا مغربی پاکستان۔ ہم نے پاکستانی ہونے کی حیثیت سے یہ طے کیا ہے کہ پاکستان کی حفاظت ہر قیمت پر کریں گے۔ پاکستان کے ہر باشندے کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے ہر علاقہ کی حفاظت کرے"۔

قائد ملت کا فرض تھا کہ بحیثیت وزیر دفاع وہ دفاعی انتظامات کے طور طریقوں سے عوام کو روشناس کرائیں۔ چنانچہ وہ اس سے بھی غافل نہیں رہے۔ انہوں نے عوام میں یہ شعور پیدا کیا کہ دفاعی انتظامات کیلئے ہر فرد کی ضرورت ہے جو اپنے حالات اور استعداد کے مطابق حصہ لے۔ اسے جو حکم دیا جائے اس پر نہایت خندہ پیشانی سے عمل پیرا ہو جائے اور بہ احسن وجوہ اسے مکمل کر دے اور اگر بحیثیت حاکم ذمہ داری سپرد کی جائے تو اس کا فرض ہوگا کہ نظم وضبط کو انسانیت کے ساتھ ہم آہنگ کر کے قدم آگے بڑھایا جائے اور اپنے ساتھیوں کو اپنے عمل و کردار سے ایسا شیشہ میں اتار لے کہ وہ فرض کی ادائیگی میں ایک حقیقی لذت محسوس کرے۔ ملک کا تقاضہ ہے کہ عوام کے جذبات ہمیشہ باعمل رہیں اور دفاعی تیاریوں کے سلسلہ میں ہر فرد بغیر دعوتِ عمل کا انتظار کیئے خود اپنی مرضی کے مطابق اور اپنی حسبِ حیثیت و استعداد خدمت کیلئے میدان میں اتر آئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں عزم وارادۂ عمل وجدوجہد ہی فتح وکامرانی کے حقیقی ضامن ہیں۔ ہمارا اعتقاد اور درست اعتقاد ہے۔ ہم کو یہ خوبیاں ورثے میں ملی ہیں اور جس طرح ہمارا ماضی حال بن کر سامنے آیا۔ اسی طرح حال درخشاں مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔

جہاں لیاقت علی نے ملک کو جدید ترین آلاتِ حرب وضرب سے آراستہ کیا وہاں فوج میں ایک تازہ روح بھی پھونک دی۔ ۴ فروری ۱۹۵۰ء کو کاکول ملٹری اکیڈمی میں انعامات تقسیم کرتے ہوئے فوجیوں کو مخاطب کیا۔ ''مجھے آپ کو فوجی اعزازات پیش کرنے پر بجا طور پر فخر محسوس ہو رہا ہے مجھے امید ہے کہ آپ ان نشانات کو اپنی فوج اور اپنے ملک سے وفاداری کے صحیح نشانات بنائیں گے۔ آپ کا فرض ہے کہ خالد، طارق اور صلاح الدین ایوبی کی مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے

اپنی بے مثال فوجی روایات کو قائم کرنے کی کوشش کریں''۔

پھر لاہور میں بائیس ہزار عورتوں کے اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔''ہم میں سے ہر شخص کو نہ صرف اس بحرانی دور میں بلکہ ہر وقت اس مقدس سرزمین کی حفاظت کیلئے تیار رہنا چاہئے۔عورتیں بھی ملک کے دفاع میں مردوں کے دوش بدوش ہیں...... مجھے یقین ہے کہ پاکستان کو کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔پاکستان کے دشمن برے ارادے رکھیں مگر پاکستان ترقی کی راہ پر بڑھتا رہے گا اور انشاءاللہ کشمیر ایک دن آزاد ہوگا''۔

ایک اور مقام پر بحیثیت وزیر دفاع یہ بھی ظاہر کر دیا کہ ہم جنگ سے گھبراتے نہیں بلکہ ہر وقت اس کا خیر مقدم کرنے کو تیار ہیں۔انہوں نے کہا : ''پاکستان امن ضرور چاہتا ہے لیکن وہ جنگ سے ڈرتا بھی نہیں ہے' ہم جنگ اس لئے ناپسند کرتے ہیں کہ اس سے سیاسی آزادی کا مقصد فوت ہو جائے گا۔''

کشمیر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: ''اگر بھارتی لیڈر ہمیں فوجیں جمع کر کے ڈرانا چاہتے ہیں تو یہ ان کا خیالِ خام ہے۔اسلام نے ہمیں دشمن کا مقابلہ آخر دم تک کرنے کی تعلیم دی ہے۔ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر ہم نے کسی حملہ آور کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا تو ہم ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئے''۔

ان تقریروں نے جادو کا سا اثر کیا۔ادھر لیاقت کا مکّا عزم واستقلال اور ثبات کا نشان بن کر جب بلند ہوا تو جاں نثارانِ وطن میدانِ عمل میں اتر آئے اور مملکت پاکستان ایک آہنی دیوار بن گئی۔دشمنوں نے اپنا سر پیٹ لیا۔دفاع کے اس معقول انتظام پر پنڈت نہرو بھی چیخ اٹھے تو لیاقت سے خاموش نہ بیٹھا گیا۔ایک تقریر میں جواب دیا کہ: ''پنڈت نہرو کو پاکستان سے یہ بھی شکایت ہے کہ پاکستان اپنے

دفاع کی تیاریاں کر رہا ہے۔ کیا مسٹر نہرو ہم سے اس کی توقع کر رہے تھے کہ جب ان کی فوجیں ہماری سرحدوں پر جمع ہوں گی تو ہم ان کی دعوت کریں گے"۔

دفاعی انتظامات کے مکمل ہونے پر نورالامین وزیر اعظم مشرقی پاکستان نے بھی اعلان کر دیا کہ پاکستان کا ہر گاؤں بھارتی فوجوں کیلئے اسٹالین گراڈ ثابت ہوگا"۔

لیاقت علی کے دفاعی انتظامات پر پاکستان کیا باہر کے ممالک بھی حیران ہیں' اتنے محدود ذرائع اور وسائل کے باوجود جب کہ تقسیم کے بعد پاکستان کے حصہ میں کچھ بھی نہ آیا' اسے نئے سرے سے منظّم کرنا' آزادی کے چار سال کو ضائع نہ کرتے ہوئے بری' بحری اور ہوائی فوجوں کو ایشیا کے تمام ملکوں کیلئے باعثِ رشک بنا دینا بس لیاقت کی سوجھ بوجھ اور خدا کی امداد ہے۔ شہنشاہِ ایران نے مجلسِ دستور ساز پاکستان میں ۱۵ مارچ ۱۹۵۰ء کو اس کا اعتراف کیا اور فخر کرتے ہوئے کہا: "یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ اس مختصر عرصہ میں پاکستان نے اس قدر زیادہ فوجی طاقت پیدا کر لی ہے۔ یہ بات بہت اطمینان بخش ہے کہ ایک برادرانہ ہمسایہ کے پاس ایسی اعلیٰ پایہ کی افواج ہیں۔"

موجودہ وزیر اعظم الحاج خواجہ ناظم الدین نے بھی قائد ملت کی دفاعی صلاحیتوں کے نتائج کو اپنی پہلی تقریر میں یوں پیش کیا ہے: "خان لیاقت علی مرحوم کی دوربین نظروں نے پاکستانی بحری فوج' پاکستانی بری فوج اور پاکستانی ہوائی فوج کی ایک آہنی دیوار پاکستان کی ہر ایک سرحد پر کھڑی کر دی ہے۔"

مختصر یہ کہ وزیر دفاع کی حیثیت سے لیاقت علی خان نہایت کامیاب رہے اور اس کامیابی کا راز صرف اپنی ذمہ داریوں کے احساس اور دیانت داری کے ساتھ

اپنے ملک کی خدمت کرنے ہی میں مضمر ہے۔

بحیثیت وزیر اعظم:

قائد ملت لیاقت علی خان صرف اپنے ذاتی جوہر کی بدولت مملکت پاکستان کے اول وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ بقول خود انہی کے ''میرے پاس نہ روپیہ تھا' نہ فالوئنگ تھی۔ اس کا کوئی سامان ہی نہ تھا کہ مجھے وزیر اعظم کا عہدہ ملتا۔ میرے اوپر تو صرف اللہ نے فضل کیا۔''

لیکن اللہ کا فضل بھی تو انہی پر ہوتا ہے جو اس کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ لیاقت کی سیرت اور عمل ایک دوسرے کا عکس ہیں۔ وہ اسلام کا دامن تھام کر ہی مسلمانوں کو آگے بڑھانا چاہتے تھے۔ قرآن کی تعلیم پر ہمیشہ سے عمل کرنے کی کوشش میں رہے تو قرآن اور اسلام کا رکھوالا لیاقت پر کیوں نہ فضل کرتا اور کیوں نہ پاکستان کی کشتی کھینے کیلئے منتخب کرتا۔

وجاہت' ذہانت' خوش بیانی' فیاضی اور امن پسندی کی بدولت مسٹر لیاقت علی خان کو بحیثیت وزیر اعظم جو مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل ہوئی وہ شاید ہی کسی کو نصیب ہو۔ قائد اعظم کے علاوہ قوتِ گویائی میں سب سے ممتاز رہے اُن کی تقریر سے ذہانت و لیاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مرحوم اپنے خلوص' مستقل مزاجی' عالی ہمتی' دیانت داری اور فرائض کی انجام دہی کی بدولت ایک کامیاب وزیر اعظم تھے۔ ان کی کامیابی کا راز پاکستان کی بے لوث و بے لاگ خدمت میں مضمر ہے جس کیلئے وہ دنیا کا ہر کام کرنے کو تیار تھے۔ مرحوم نے ایک بار پارلیمنٹ میں میاں افتخار الدین کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے پاکستان کیلئے اپنے جذبہ خدمت کا ثبوت بھی دیا تھا۔ انہوں نے کہا: ''وہ دن دور نہیں' جب انہیں اور مسٹر نور احمد کو لیاقت علی چپراسی ڈاک

لا کر دیا کرے گا۔ اگر مجھے چپراسی کی حیثیت سے پاکستان کی بہتر خدمت کا موقع ملتا ہے تو میں اس کیلئے بھی تیار ہوں۔ مجھے دنیا کی ہر شے کے مقابلہ میں پاکستان سب سے زیادہ عزیز ہے۔"

۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان کے بعد سے بھارت سیاسی' معاشی اور مالیاتی حملوں سے پاکستان کو ناکارہ اور اپاہج کر دینے کیلئے متواتر سرد جنگ میں جان توڑ کوشش کر رہا ہے لیکن پاکستان اپنے لاثانی وزیراعظم لیاقت علی خان کے تدبر کا دامن تھام کر اس تمام مدت میں ہر حربے سے نئی زندگی اور ہر جراحت میں پائیداری حاصل کرتا رہا اور دشمن کی بدنیتی سے توانائی اور استقامت کا سبق لیتا رہا۔

تاریخ عالم میں کسی ملک کو بھی اپنی بنیاد پڑتے ہی اتنی مشکلات سے دوچار نہ ہونا پڑا ہوگا جتنی کہ پاکستان کو ہوئیں۔ اول تو پاکستان ہندوستان جیسا خوش قسمت نہ تھا کہ اسے جما جمایا مکمل کارخانہ ہاتھ آتا۔ اسے وہ تمام آسانیاں اور سہولتیں حصہ میں ملتیں جو قدم بڑھانے میں مدد کرتیں بلکہ اسے تو از سر نو سنورنا تھا۔ اسے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا تھا۔ اسے موجودہ زمانہ کی پیچیدگیوں مختلف مہلک تحریکوں اور خونخوار بھیڑیوں کے درمیان ایک نئی اور مضبوط حکومت کی بنیاد رکھنا تھی۔ چنانچہ لیاقت علی خان نے وزیراعظم کے عہدے پر فائز ہو کر اپنی ذمہ داری کا پورا ثبوت دیا۔ اپنے تدبر اور سیاست سے تمام گتھیوں کو سلجھا کر پاکستان کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔

دوسری مصیبت یہ تھی کہ جب ساری دنیا جنگ عظیم کے اثرات میں دبی سسکیاں لے رہی تھی تو ایک نئی مملکت ظہور میں آئی۔ ایک طرف اقتصادی حالت نزع کے عالم میں تھی۔ روزمرہ کی اہم ضروریات بھی پورا کرنے کا راستہ نہ دکھلائی دیتا تھا تو دوسری طرف آزادی کے نام پر بٹہ لگانے والوں کے ہاتھ کھیت اجڑے

مویشی ہلاک ہوئے۔ کارخانے تباہ و برباد ہوئے' کاروبار خاک میں ملا۔ تعلقات ٹوٹے' ذہنیتوں میں فتور آیا۔ دماغ انقلاب سے دوچار ہوئے۔ زمانہ پلٹا۔ ضرورتوں میں اضافہ ہوا۔ وسائل گھٹے۔ کاریگر عنقا ہوئے۔ تہذیب کا خون ہوا۔ تعمیر و تدبیر کی تقدیر پھوٹی۔ ایک جیتے جاگتے ملک کو اپنے حساب نیم مردہ کر کے لوگ ہندوستان بھاگ نکلے۔ لیکن لیاقت علی خان نے ان سب حالات کا بغور مطالعہ کیا اور تنِ پاکستان میں از سر نو حیات کی روح پھونک دی۔ برباد و تباہ دنیا کو پھر سے آباد کیا۔ انہوں نے بتلایا کہ مسلمانوں کو دنیا میں زندہ رہنا ہے اور عزت و آبرو کے ساتھ زندہ رہنا ہے۔ اسبابِ حیات کی فراہمی و دستیابی اپنے عمل پر منحصر ہے۔ انہوں نے اقبال کا مصرع دہرایا۔

"عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی۔"

چنانچہ مرحوم نے اپنے عمل سے پاکستان کی صرف معاشیات ہی میں اضافہ نہیں کیا بلکہ خوراک کا بھی اتنا معقول و خاطر خواہ اہتمام کیا کہ کسی علاقہ میں ایک متنفس بھی کبھی بھوکا نہ سویا۔

وزیر اعظم لیاقت علی کی ہر تدبیر اس نصب العین کے تابع رہی کہ زراعتی ترقی اور صنعتی ترقی سے ملک کو مالا مال بنایا جائے۔ چنانچہ کارخانوں پر کارخانے کھولے گئے اور زراعتی ترقی کے اصل مفہوم کو پیش نظر رکھ کر زمین سے اس کی صلاحیت کو نقصان پہنچائے بغیر زیادہ سے زیادہ فی ایکڑ پیداوار حاصل کی گئی۔ اس کیلئے مرحوم برابر مزدوروں اور کاشت کاروں کی اہمیت کا احساس بھی دلاتے رہے اور ہمیشہ ان کی ہمتوں میں اضافہ پر زور دیتے رہے۔

۸ فروری ۱۹۴۹ء کو لیبر کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے انہوں نے مزدوروں

اور کاشتکاروں کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور مزدوروں کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ''ہمیں مزدوروں کیلئے سازگار ماحول پیدا کرنا چاہئے۔ میری حکومت اس کا انتظام کرے گی کہ مزدوروں کو اپنی محنت کا پورا معاوضہ ملے اور ہر شعبہ میں کسی طرح ان کی حق تلفی نہ ہو۔''

آگے چل کر کہا کہ: ''کاشتکار اور مزدور ہمارے ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہیں اور ہم ان کو طاقتور بنانے کیلئے جو کچھ ہوگا کریں گے۔''

ان الفاظ نے مزدور اور کاشتکاروں کے دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا کر دیا اور انہوں نے ذاتی مفاد پر پاکستان کے مفاد کو فوقیت دے کر انتہائی بلند حوصلگی اور حب الوطنی کا ثبوت دیا۔ جس کی بدولت پاکستان کی خوشحالی ضرب المثل بن گئی۔

پاکستان کی مشکلات اور مصائب کی سخت ترین کڑی لاکھوں مسلمانوں کی ہندوستان سے ہجرت ہے۔ صفحاتِ تاریخ گواہ ہیں اس وسیع پیمانے پر ہجرت اور خونریزی دنیا کے کسی کونے میں نہیں ہوئی۔ یہ مصیبت صرف ایک ہی مرتبہ نہیں آئی بلکہ بھارتی لیڈروں نے متعدد بار لاکھوں مسلمان مہاجرین کو پاکستان کی طرف زبردستی دھکیل دیا تاکہ یہ نوزائیدہ ملک معاشی حالات کے بوجھ سے دب کر دم توڑ دے۔ لیکن لیاقت علی قطعی ہراساں نہ ہوئے۔ مسلمانوں کی شہادت کی خبریں سنتے اور کلمۂ شہادت پڑھ لیتے اور ایک مرتبہ تو کہہ اٹھے کہ: ''یہ بدبخت مدبرین اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ پاکستان خدا کی مہربانی سے بنا ہے اور اسے کوئی قوت اب دنیا کے نقشہ سے مٹا نہیں سکتی۔ ہر شخص نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ پاکستان کا حصول ایک معجزہ ہے لیکن یہ گمراہ لوگ پاکستان کے راستہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔ حالانکہ پاکستان کے سامنے ایک روشن مستقبل ہے۔''

لیاقت علی خان نے دفاع کے بعد مہاجرین کی آبادکاری کو پاکستان کا جزو ایمان قرار دیا تھا اور اس کا درد انہیں آخر وقت تک رہا۔ چنانچہ موجودہ وزیراعظم خواجہ ناظم الدین نے بھی قائد ملت کے کام کو سراہا اور اپنی پالیسی کو اسی کے مطابق قائم رکھنے کا اعلان کیا۔

قائد ملت نے مہاجروں کے سر چھپانے کو مکانات' تن ڈھانکنے کو کپڑا اور دکھانے پینے کا جہاں معقول انتظام کیا وہاں ساری اسکیمیں بھی سادے کاغذ پر مرتب کیں۔ کیونکہ تقسیم کے بعد کاغذات اور فائلیں سب تباہ و برباد کردی گئی تھیں۔ ایک طرف سرکاری خزانہ خالی' دوسری طرف فوج کی حالت ابتر اور غیر منظم جس کا عدم اور وجود سب برابر تھا۔ کوئی دوسرا وزیراعظم ہوتا تو عقل کام نہ کرتی اور خودکشی کر لیتا اور خدانخواستہ پاکستان پر کوئی آنچ آجاتی لیکن لیاقت کے آہنی ہاتھوں نے پاکستان کی کشتی کو رواں دواں رکھا اور ان طوفانوں اور چٹانوں سے صاف بچا لیا۔ چار سال کے مختصر عرصہ میں مہاجرین کی آبادکاری' نظام تعلیم' صحت عامہ کا نظام اور افواج کی تنظیم صرف کاغذی تجاویز ہی تک محدود نہ رہی بلکہ حقیقت بن گئی۔ لیاقت علی خان کے ایثار' تدبر اور معاملہ فہمی نے پاکستان کو دنیا کی نظروں میں انتہائی بلند کر دیا اور قائداعظم کے اس دعوے کو صحیح ثابت کر دیا کہ ''لیاقت علی خان میں تنظیم کی بے پناہ صلاحیتیں موجود ہیں۔'' مرحوم نے ۴ مارچ ۱۹۴۹ء کو پاکستان سے والہانہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے ملک سے قوم کی قسمت کی وابستگی دکھلائی اور کہا: ''ہم نے بحرانی دور کا بہت دلیری سے مقابلہ کیا ہے اور ہم میں وہ لوگ شامل نہیں جو مصیبت کے وقت عوام کا ساتھ چھوڑ دیں اور اپنی خدمات سے ان کو محروم کر دیں۔ ہم نے اپنی قسمت اس پاکستانی جہاز سے وابستہ کر لی ہے چاہے وہ تیر

جائے یاڈوب جائے۔“

چنانچہ اس خیال اور نظریہ کو سامنے رکھ کر مرحوم نے جہاں سرکاری دفاتر مکمل کئے، جہاں افواج کو منظّم کیا، جہاں پاکستانی سکہ کالوہا منوالیا، جہاں مہاجروں کے مسیحا بنے، جہاں اقلیتوں کے سر پر ہاتھ رکھا، جہاں مسلمانوں کو بچانے کیلئے دہکتی آگ میں کود کر ہندوستان گئے وہاں وزیراعظم کی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے چالیس لاکھ کشمیریوں کی آواز پر بھی لبیک کہا اور دنیا پر اپنی پالیسی روشن کردی کہ کشمیری اپنے مستقبل کا فیصلہ بغیر کسی دباؤ کے خود کریں گے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی ملک کے امن کو نقصان پہنچایا جائے۔ انہیں اسلامی اصولوں کا پاس تھا جس کا اظہار اکثر و بیشتر کیا ہے۔ چنانچہ پارلیمنٹ میں بجٹ پر تقریر کرتے ہوئے ۴ مارچ ۱۹۴۹ء کو کہا تھا کہ: ”ہم اسلام کے بتائے ہوئے امن و صلح کے اصولوں پر چلنا چاہتے ہیں اور انہی اصولوں پر ہمیشہ چلتے رہیں گے۔ چودہ سو سال پہلے ہمیں رسول خدا سے صلح و امن کا جو مشن ورثہ میں ملا ہے ہم اسے ہمیشہ پیش نظر رکھیں گے۔ پاکستان اس دور میں جبکہ چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا ہے صلح و امن کا نور پھیلانے میں کامیاب ہوگا۔“

یہی جذبہ ہمیں قائد ملت کے پورے عہد وزارت میں ملتا ہے اور یہی جذبہ مسئلہ کشمیر میں بھی کارفرما ہے۔ انہوں نے جام شہادت نوش کیا لیکن رسول کریمؐ کے امن و صلح کے مشن کو آخر دم تک پورا کرتے رہے۔

قیام پاکستان کے کچھ ہی عرصہ بعد جموں اور کشمیر کے بہترین علاقے پر ہندوستان زبردستی قابض ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ باشندگانِ کشمیر اور ان کے پاکستانی بھائی اس جارحانہ اقدام کو برداشت نہیں کرسکتے۔ چنانچہ یہ مسئلہ سلامتی کونسل کے

سامنے پیش کیا گیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ہندوستان و پاکستان کی فوجیں ریاست کو خالی کردیں اور الحاق کو جائز قرار دینے کیلئے اقوام متحدہ کے زیر نگرانی آزادانہ استصواب رائے عامہ حاصل کی جائے۔ ہندوستان و پاکستان دونوں متفقہ طور پر راضی ہو گئے لیکن عملدر آمد کے وقت ہندوستان بغلیں جھانکنے لگا۔ اقوام متحدہ کے کمیشن، سلامتی کونسل کے نمائندے سر اوون ڈکسن، دولتِ مشترکہ کے وزرائے اعظم، کمیشن کے آخری نمائندے ڈاکٹر گراہم ہر ایک نے آزادانہ استصواب رائے عامہ حاصل کرنے کی عملی صورتیں پیش کیں اور پاکستان نے ہر تجویز کو تسلیم کیا لیکن ہندوستان اپنی ہٹ دھرمی پر اڑا رہا اور ہر تجویز کو مسترد کرتا رہا۔

لیاقت علی خان نے اس مسئلہ کو تمام دنیا پر روشن کر دیا کہ کشمیر پاکستان کا حق ہے اور اسی کو جائز حق مل کر رہے گا۔ پاکستان اپنی بقا کیلئے انسانیت کی خوشگوار زندگی کے باعث انصاف وحق پرستی قائم کرنے کی خاطر اور امن جیسی انمول چیز کو برقرار رکھنے کیلئے انصاف کا طالب ہے۔ یہ انصاف پاکستان ہی کا فیصلہ نہیں بلکہ اقوام متحدہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کشمیر کے چالیس لاکھ باشندے اپنی مرضی کے مطابق خود اپنی قسمت پاکستانی جنت یا بھارتی دوزخ سے وابستہ کرلیں۔ لیکن بھارت نے لیاقت کی ایک نہ سنی اور معاہدے کی تکمیل پر آمادہ نہ ہوا۔ حد تو یہ ہوئی کہ رعب جمانے کیلئے اپنی نوے فیصدی فوج پاکستانی سرحد پر لا کھڑی کی۔ وزیراعظم پاکستان نے جس مدلل، سنجیدہ اور امن پرور انداز میں پنڈت نہرو کو خطوط کے ذریعہ مخاطب کیا اور ان کی توجہ چند حقیقتوں کی طرف مبذول کرائی اس سے دنیا واقف ہے اور جس کی تفصیل آئندہ صفحوں میں بھی موجود ہے۔ مختصر یہ ہے کہ مرحوم نے حکمتِ عملی سے دنیا پر ثابت کر دیا کہ بھارت کا طرزِ عمل سب سے نرالا ہے۔ وہ

ہمیشہ اپنے جنگی عزائم کو امن کا رنگ دیتا ہے جو سراسر دھوکہ ہے اور جس کی زندہ مثالیں جونا گڑھ حیدر آباد' کشمیر اور نیپال وغیرہ کی ریاستوں پر چڑھائی کر کے غاصبانہ قبضہ ہے۔ ہندوستان کا خیالِ خام تھا کہ اس کی جارحانہ کارروائیوں سے پاکستان خائف ہو کر سرِ تسلیم خم کر دے گا مگر لیاقت علی خان جیسے مدبر نے اپنی اسلامی رواداری اور امن و صلح کو پیش نظر رکھ کر پانچ نکاتی ''منصوبہ امن'' بھارتی وزیر اعظم کو بھیجا تا کہ امن و صلح کی فضا پیدا ہو سکے۔ اس پر لندن ٹائمز ۲۸ جولائی ۱۹۵۱ء کو ''پاکستان کی طرف سے ایک پیشکش'' کے عنوان سے یوں رقم طراز ہے: ''مسٹر لیاقت علی خان نے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تصادم کا خطرہ دور کرنے کیلئے ایک دلیرانہ پیشکش کی ہے۔ انہوں نے مسٹر نہرو کو تمام متنازعہ فیہ مسائل پر تبادلہ خیال کرنے کیلئے کراچی آنے کی دعوت دی ہے۔ گزشتہ سال جب حالات اتنے ہی خراب تھے جتنے آج ہیں وہ مسٹر نہرو سے ملنے دہلی گئے اور وہاں اقلیتوں کے متعلق ایک معاہدہ ہوا جس سے وقتی طور پر جنگ کا خطرہ دور ہو گیا اور بہت سے تنازعوں کے فیصلے میں مدد ملی۔ وقت کا تقاضہ ہے کہ دونوں وزرائے اعظم دوبارہ ملاقات کریں۔''

لیکن بھارت پر اس پیشکش کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس کے وزیر اعظم نے جواب میں فوراً اطلاع دے دی کہ ہم موجودہ حالات کو برقرار رکھیں گے اور اگر وزیر اعظم پاکستان چاہیں تو خود جا کر گفتگو کر سکتے ہیں۔ اس جواب میں غرور اور آمرانہ انداز تھا جو لیاقت جیسے خوددار انسان کیلئے قابل قبول نہ تھا۔ انہوں نے صاف لفظوں میں بتلا دیا کہ پاکستان امن کا حامی ہے اسے ہوسِ ملک گیری نہیں۔ اس کی چار سالہ تاریخ میں جنگ اور خونریزی اور ظلم و تشدد کا ایک ورق بھی نہیں جبکہ بھارت ایک

مکمل خونی کتاب تیار کر چکا ہے۔ انہوں نے کہا: ''پاکستان جنگ نہیں چاہتا لیکن وہ امن کی قربان گاہ پر آزادی کو بھینٹ چڑھا دینے کیلئے بھی تیار نہیں۔ ہندوستان کو سمجھ لینا چاہئے کہ پاکستان صرف اپنا حق چاہتا ہے جس کیلئے اب وہ بھی خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔ مسلمان تلوار اسی وقت نیام سے باہر کرتا ہے جب اپنی مدافعت کیلئے کوئی چارہ کار نہ دیکھے۔'' اور جب مرحوم نے اپنے مکے میں بند ہتھیار، خدا پر بھروسہ، عزمِ صمیم اور مکمل دفاعی تنظیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکا بلند کیا تو دشمنوں کے حواس جاتے رہے۔ انہیں احساس ہو گیا کہ یہ دال آسانی سے گلنے والی نہیں۔

وزیراعظم لیاقت علی نے ۲۱ اگست ۱۹۵۱ء کو لاہور کے عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے دنیا کے امن کے ٹھیکیداروں کو بھی آگاہ کر دیا کہ برصغیر میں امن کو صدمہ پہنچانے کی ذمہ داری پاکستان پر نہ ہو گی بلکہ اس کا ذمہ دار بھارت، حفاظتی کونسل اور اس کے حامی ہونگے کیونکہ ہم اپنا فرض پورا کر چکے ہیں اور اب ''اگر دشمن نے پاکستان کی سرحد کے اندر قدم رکھا تو ہمارے لئے اپنا آخری قطرۂ خون بہانے کا سوال پیدا نہیں ہو گا بلکہ ہم دشمن کا آخری قطرۂ خون تک بہا دیں گے۔''

بحیثیت وزیراعظم لیاقت علی خان کی سوزِ عمل سے معمور وہ زندگی ہے جس میں فرائض کی تکمیل بدرجہ اتم موجود تھی۔ ان کی بے مثال جرات ہمیشہ کام آتی تھی۔ قوم کے سارے درد کو انہوں نے اپنا لیا تھا اسی لئے وہ اس کے محبوب وزیراعظم تھے۔ آخری جشن آزادی پر تقریر کرتے ہوئے مرحوم نے کہا ''ہر شخص کو اپنا کام پورے اطمینان کے ساتھ انجام دینا چاہئے۔ آپ آج اپنے دل و دماغ سے تمام تفکرات نکال دیجئے کیونکہ آپ کے سارے تفکرات میں نے اپنے دل و دماغ میں لے لئے ہیں۔ آپ اپنا کام کرتے رہئے اور یہ سوچئے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔''

قوم نے اس خلوص اور جذبۂ ہمدردی کو سراہا اور اپنے دل میں محفوظ کرتے ہوئے متحد ہو کر ہمیشہ بہ آواز بلند وزیر اعظم لیاقت علی زندہ باد کے نعروں سے اظہارِ عقیدت کیا۔ ان کے بتلائے ہوئے راستوں پر برابر گامزن رہے۔ چنانچہ برسر اقتدار سیاسی جماعت اور حکومت میں کامل اتحاد قائد ملت ہی کے دم سے تھا جس کا اظہار بھارت کے اخبار ''رہنمائے دکن'' نے بھی ۱۱ ستمبر کی اشاعت میں یوں کیا ہے: ''پاکستان میں برسر اقتدار سیاسی جماعت اور حکومت میں کامل اتحاد موجود ہے کہ ان دونوں کی صدر ایک ہی شخصیت ہے۔''

مختصر یہ کہ بحیثیت وزیر اعظم خان لیاقت علی خان جیسی شخصیت مشکل سے کسی دوسرے ملک میں نظر آئے گی۔ مرحوم کی بدولت اقتصادی میدان میں پاکستان نے جو ترقی کی ہے وہ اپنی آپ مثال ہے۔ سکے کے سوال پر جو فتح ہوئی اظہر من الشمس ہے۔ اس کے علاوہ زرعی، صنعتی، تعلیمی اور فوجی ہر اعتبار سے جو ترقی ہوئی اس کے عملی ثبوت کے علاوہ شہنشاہ ایران کے مندرجہ ذیل تاثرات بھی ہیں جو انہوں نے ۱۵ مارچ ۱۹۵۰ء کو مجلس دستور ساز میں وزیر اعظم لیاقت علی کو مخاطب کرتے ہوئے پیش کیے: ''آپ کو اس نئی مملکت کے قیام میں جن دشواریوں اور مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا ہمیں فی الحقیقت ان کا احساس ہے۔ آپ نے اپنے عظیم ملک کے اہم امور کا انتظام کرنے اور سیاسی اور اقتصادی مسائل سلجھانے کے سلسلے میں قلیل ترین مدت میں جو زبردست کامیابی حاصل کی ہے ہمیں اس کا بھی علم ہے۔ ان کامیابیوں پر آپ حقیقتاً بے حد تعریف و توصیف کے مستحق ہیں اور خاص طور پر آپ کی بری و بحری اور ہوائی طاقت نیز پاکستانی فوج کو فوجی نقطہ نظر سے نظم و ضبط، سامانِ حرب اور سپاہیوں کی اعلیٰ صحت کی صورتوں میں جو فوائد اور سہولتیں حاصل

ہیں وہ ہماری نظر میں قابلِ ستائش ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے ملک کا شہری نظم و نسق آپ کی اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے۔"

افسوس کہ ایک مضبوط و طاقتور سلطنت قائم کرنے والا اپنا تن من دھن قربان کرنے والا' ہر خطرہ پر قوم کو متحد کر کے مقابلہ کرنے والا وزیرِاعظم ایک مثالی اور پائیدار حکومت بنا کر ہم سے قبل از وقت رخصت ہو گیا تاہم اپنے عمل کی امانت ضرور ہمارے درمیان چھوڑ گیا۔ انشاء اللہ تاقیامت ہم اس کے ضامن رہیں گے اور پاکستان پر آنچ نہ آنے دیں گے۔

لیاقت نہرو مراسلت

حقیقت یہ ہے کہ صرف ''قائد ملت'' کہہ دینے ہی سے ہمارے ذہن عزم و ایثار، صداقت و پامردی، تعمیر و جدو جہد، حب الوطنی و استقلال اور تدبر و رہنمائی کی طرف یکبارگی منتقل ہو جاتے ہیں۔ گویا اتنی صفات سمٹ کر صرف دو لفظ ''قائد ملت'' میں آ گئی ہیں۔ ابھی تک ہم نے ان کی صفات کا جائزہ لیا۔ اب ذرا ان کی امن پسندی پر نظریں دوڑائیں۔ جہاں مرحوم نے مشکلات کے طوفانوں میں بلند ارادوں کی کشتی کو رواں دواں رکھا وہاں انہوں نے کشمیر کے سلسلہ میں اپنے خطوط سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ امن پسند ایسے ہوتے ہیں۔ اسٹالن، ٹرومین اور چرچل جیسی شخصیتیں بھی حالات سے مرعوب ہو کر ہمت و استقلال چھوڑ کر جنگ کے شعلوں میں کود پڑتی ہیں لیکن لیاقت امن، صلح و آشتی کے دامن سے آخر وقت تک لپٹے رہتے ہیں اور دنیا کو قائل کر دیتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور پاک و ہند کے درمیان کشیدگی ختم کر کے اخوت اور دوستی کے حامی ہیں۔

آیئے سب سے پہلے لیاقت نہرو مراسلات پر دنیا کے صرف ان ملکوں کے

اخبارات میں سے تبصرے لیں جن پر پاکستان سے سازباز کا الزام بھی عائد نہیں ہوسکتا اور جو نہرو کے رویے کی سختی سے مذمت بھی کرتے ہیں۔

(۱) ''ایوننگ جرنل'' اخبار کینیڈا:

''پنڈت نہرو یوں تو بڑے پرسکون انداز میں ترقی اور امن کی باتیں کرتے ہیں لیکن کشمیر کے معاملہ میں ان کا یہ پرسکون انداز ہوا ہو جاتا ہے۔ وہ اتحادی انجمن کے مشوروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور صرف اپنے ملک کا تنگ نقطہ نگاہ پیش نظر رکھتے ہیں۔''

(۲) ''ڈیلی ٹیلیگراف'' اخبار آسٹریلیا:

''غیر ملکی اخبارات پہلے پنڈت نہرو کو کشمیر میں ہندوستان کی مداخلت کو حق بجانب قرار دینے کیلئے اسی قسم کی ترکیبیں استعمال کرنے کا مجرم قرار دے چکے ہیں جیسی ہٹلر نے آسٹریا پر قبضہ کے بعد استعمال کی تھیں۔''

(۳) ٹائمز آف سیلون:

''پاکستان پہلے ہی یہ کہہ چکا ہے کہ وہ استصواب میں کشمیری عوام کا فیصلہ تسلیم کرنے کیلئے تیار ہے لیکن ہندوستان اس کیلئے راضی نہیں ہے۔ اتحادی انجمن کا یہ فرض ہے کہ وہ ہندوستان کو یہ طریقہ تسلیم کرنے پر آمادہ کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش کرے یا پھر کوئی دوسرا طریقہ نکالے۔''

(۴) ایک جرمن اخبار:

''ہندوستان جو بیرونی دنیا کو امن کی تلقین کرتا رہتا ہے اور جس نے تنازعہ کشمیر کے تصفیہ کیلئے سیکورٹی کونسل کی امداد طلب کی تھی۔ اب سیکورٹی کونسل کا فیصلہ تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں کیونکہ اس نے حق اور انصاف کے جو نظریے قائم کر رکھے

ہیں ان پر پورا نہیں اترتا۔''

(۵) ''دی ڈومنین'' اخبار نیوزی لینڈ:

''اگر ہندوستان نے سیکورٹی کونسل کی ذرہ برابر بھی عزت کی ہوتی تو یہ صورت حال کبھی بھی پیدا نہ ہوتی۔''

(۶) ''دی ماسبوڑ'' اخبار ہالینڈ:

''یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت نہرو جو دوسرے ملکوں کے معاملے میں امن کے پجاری بنتے ہیں کشمیر کے معاملے میں اقتدار کی بھوک ہٹلر کی طرح فوجی کارروائی سے مٹانا چاہتے ہیں۔''

(۷) ''نیوز آرلینز ٹائمز'' اخبار پکایون:

''کشمیر کے معاملے میں پنڈت نہرو کا رویہ اور اقدام ایسا ہے کہ اس کی یقیناً مذمت کی جانی چاہئے۔''

یہ چند خیالات ہیں ان غیر ممالک کے جن پر اسلام دوستی یا ساز باز کا شائبہ بھی نہیں ہوسکتا ورنہ مصر، عراق، ایران، شام وغیرہ بھی ایسے ممالک ہیں جنہوں نے مراسلات سے نتیجہ اخذ کرنے کے بعد پنڈت نہرو کے رویے کی سخت مذمت کی ہے۔ اب آپ کے سامنے بھی مکمل مراسلات رکھے جاتے ہیں۔ آپ اپنا فیصلہ تو پہلے ہی کر چکے ہوں گے لیکن پھر سے نظر ثانی کیجئے اور غور کیجئے کہ ہندوستان کس حد تک ہٹ دھرمی پر اڑا ہے اور لیاقت علی مرحوم نے کس حد تک اسے ہر منزل پر اور ہر ممکن طریقہ سے راہِ راست پر لانے کی کوشش کی ہے۔

وزیراعظم پاکستان کا نہرو کے نام پہلا خط

''کچھ عرصہ سے مجھے یہ اطلاعات موصول ہورہی ہیں کہ بھارتی افواج کا بڑے پیمانہ پر مشرقی پنجاب اور جموں و کشمیر میں اجتماع کیا گیا ہے۔ میں نے اس موضوع پر آپ سے مراسلت کرنے سے اس وقت تک احتراز کیا جب تک کہ مجھے قطعی طور سے یہ معلوم نہ ہوگیا کہ بھارتی افواج کا بیشتر حصہ جس میں اس کی بکتر بند قوت بھی شامل ہے پاکستانی سرحدات کے قریب جمع کیا گیا ہے۔ پیدل فوج کے ڈویژنوں کے علاوہ آپ کا ایک بکتر بند ڈویژن اور ایک دوسرا انڈیپنڈنٹ بکتر بند بریگیڈ میرٹھ اور نابھ سے امرتسر کے نزدیک لایا گیا ہے۔ اس سے پاکستان کے تحفظ اور بین الاقوامی امن کو بڑا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ بھارت اور پاکستان میں موجودہ کشیدگی کا بڑا سبب بھارت کی حکومت کا دونوں ملکوں کے درمیان تمام تنازعوں کو پُرامن طریقوں سے طے کرنے سے مسلسل انکار رہا ہے۔ پاکستان نے ان تنازعوں کو پُرامن اور منصفانہ طور سے حل کرنے کی کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی اور بھارت سے دوستانہ تعلقات برقرار رکھنے کی خواہش کا کتنی ہی مرتبہ اظہار کیا اور یہ میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ پاکستان کسی کی طرف جارحانہ نیت نہیں رکھتا۔ پُرامن فضا کا اس وقت قائم رکھنا جبکہ ادارۂ اقوامِ متحدہ کے نمائندے ڈاکٹر گراہم ان فرائض کی جو انہیں صیانتی کونسل نے ۳۰ مارچ کی قرارداد کے ذریعہ تفویض کئے ہیں پورا کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

بین الاقوامی امن اور ہمارے دونوں ملکوں کے درمیان ہمسائیگی کے تعلقات کے مفاد میں، میں آپ سے یہ اصرار کرتا ہوں کہ آپ اپنی فوج کی اس پیش قدمانہ

نقل وحرکت سے جو اندیشہ پاکستان کے استحکام کو پیدا ہو گیا ہے اسے فوراً دور کیجئے۔''

....

تار نمبر پرائمن ۲۱۵۷۳۔ مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۵۱ء

وزیر اعظم ہندوستان کا وزیر اعظم پاکستان کے نام

''آپ کا ۱۵ جولائی کا تار نمبر ۲۶۵۰ ملا۔ آپ کا یہ اندیشہ بالکل بے بنیاد ہے کہ بھارت سے پاکستان اور امنِ عالم کو خطرہ ہے۔ بھارت کی پالیسی امن قائم رکھنا اور جنگ سے بچنا ہے۔ اس کا ثبوت بھارت نے اپنی فوج کی تعداد میں کمی کر کے دے دیا ہے تا کہ پاکستان پر بھی اس کا کچھ اثر ہو لیکن ہماری اطلاعات کے بموجب پاکستانی فوج میں اس کے برعکس اور اضافہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ فوجیں اس وقت بھارت کی سرحدوں پر جمع ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان میں بھارت کے خلاف جہاد کا منظّم پروپیگنڈہ صرف آپ کے اخبارات ہی کے ذریعہ جاری نہیں بلکہ اس میں پاکستان کی ذمہ دار ہستیاں بھی شامل ہیں۔

ہم نے اس طرف آپ کی حکومت کی توجہ متعدد بار مبذول کرائی ہے۔ گزشتہ پانچ ہفتوں میں ریاست کشمیر کی جنگ بندی کی حدود کو پاکستان نے توڑا۔ دوسرے علاقوں پر بھی سرحدی حملوں میں شدت پیدا کی گئی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم نے موجودہ صورتِ حالات کی اقوام متحدہ سے شکایت کی ہے۔ حکومتِ ہند اس پروپیگنڈہ اور تیاری کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔ اگر ہم دفاعی انتظامات نہ کرتے تو اپنے فرض میں کوتاہی ہوتی۔ آپ نے اپنے تار میں جو باتیں بیان کی ہیں وہ

درست نہیں۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ ہم نے صرف دفاعی مقصد کیلئے اپنے چند فوجی دستے سرحد پر بھیجے ہیں۔ جیسا کہ میں متعدد بار پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں نے آپ کو یقین دلایا ہے کہ ہماری طرف سے حملہ کا کوئی خیال نہیں لیکن ہندوستانی علاقے پر ہر حملہ کا جواب ضرور دیا جائے گا۔

آپ نے دونوں ملکوں میں اچھے ہمسایوں کی طرح دوستانہ تعلقات کیلئے لکھا ہے۔ ہم ایسے تعلقات کے انتہائی فکرمند ہیں لیکن پاکستان کا پروپیگنڈہ اور اس کا رویہ ان دوستانہ تعلقات میں سب سے بڑی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

ہندوستان اور پاکستان کے مابین جہاں تک کشمیر اور دیگر تنازعوں کا سوال ہے، ہماری مستقل پالیسی یہ رہی ہے کہ انہیں پُرامن طریقوں سے حل کیا جائے اور جن کے ضمن میں ہم نے آپ کے سامنے متعدد تجویزیں بھی پیش کیں۔ میرے جنگ نہ کرنے کے اعلان کی تجویز ہی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ مجھے پاکستان کے ساتھ لڑائی جھگڑا دور کرنے کی کس قدر فکر ہے۔

میں آپ سے انتہائی سنجیدگی سے اپیل کروں گا کہ پاکستان میں ہندوستان کے خلاف جہاد اور جنگ کا ذکر بند کر دیں اسی طرح دونوں ملکوں کے تعلقات بہتر ہو جائیں گے۔''

....

وزیراعظم پاکستان کا تار نمبر ۲۷۲۹۔ مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۵۱ء

وزیراعظم ہندوستان کے نام

''میں آپ کا تار نمبر ۲۱۵۷۳' مورخہ ۱۷ جولائی کو پڑھ کر بہت مایوس ہوا۔

بجائے اس کے کہ آپ سرحدوں سے بھارتی فوج کے اجتماع کو ہٹانے کی کوشش کرتے، جن کی موجودگی کا آپ خود اعتراف کر چکے ہیں اور اس طرح پاکستان اور امنِ عالم کیلئے جو خطرہ پیدا ہوگیا ہے اسے دور کرنے کی کوشش کرتے آپ نے الٹا پاکستان پر کئی الزامات کی بوچھاڑ کر دی جن کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ بھارت کی پالیسی امن قائم رکھنا اور جنگ سے بچنا ہے۔ لیکن جونا گڑھ، حیدر آباد اور حال ہی میں نیپال میں جس پیمانہ پر فوج استعمال کی گئی ہے وہ آپ کے اس دعویٰ کو جھٹلا رہی ہے۔ کشمیر کے لوگوں کو سنگین کے زور سے ان کے حقِ خودارادی سے محروم رکھنا اور پھر پاکستان کی سرحدوں پر فوج جمع کر کے پاکستان کے تحفظ کو خطرہ میں ڈالنا یہ باتیں امن قائم رکھنے کی خواہش ظاہر نہیں کرتیں۔

بھارت کا دفاعی بجٹ:

''آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ سال گزشتہ بھارتی فوج کی تعداد میں کمی کر دی گئی تھی۔ لیکن حقائق اس کے برعکس ہیں۔ ۴۹-۱۹۴۸ء میں آپ کا دفاعی بجٹ ۱۵۱ کروڑ تھا۔ سال گزشتہ کا دفاعی بجٹ ۱۷۶ کروڑ تھا مگر اس میں اب ترمیم کر کے ۱۹۱ کروڑ کر دیا گیا ہے۔ بحری اور ہوائی فوج میں اضافہ کرنے کے بعد آپ کی حکومت نے اس سال کے بجٹ میں خشکی کی فوج میں کچھ کمی کرنے کا اعلان کیا تھا مگر دو ماہ بعد ہی خبر آئی کہ بھارتی فوج میں مجوزہ کمی کا ارادہ بھی ترک کر دیا گیا ہے۔ اس طرح بھارت کے دفاع پر ۱۹۱ کروڑ سے بھی زیادہ رقم خرچ ہوگی۔ آپ کا یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے کہ پاکستانی فوج کا بڑا حصہ بھارتی سرحدوں پر جمع ہے۔ کوئی بھی غیر جانبدار مبصر آ کر اس الزام کی تردید کر سکتا ہے۔ آپ نے مسئلہ کشمیر کو استصواب رائے کے پُرامن طریقہ سے حل کرنے کی جو مستقل رکاوٹیں ڈالی ہیں اس پر

پاکستانی اخبارات نے جو مایوسی کا اظہار کیا ہے آپ نے اس کی اہمیت کو بہت توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ پاکستانیوں کے دلوں میں کشمیر کو آزاد کرانے کی جو قدرتی تمنا موجود ہے اسے آپ نے دانستہ بھارت کے خلاف پاکستان کی خواہشِ جنگ کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے برعکس آپ نے بھارتی اخباروں کے اس پروپیگنڈے کو یا تو بالکل نظر انداز کر دیا یا اس کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے جو ایک عرصہ سے نہ صرف پاکستان کے خلاف جنگ بلکہ پاکستان کے وجود کو ہی سرے سے ختم کرنے کیلئے جاری ہے۔ بھارت کے سرکردہ سیاسی لیڈر اور جماعتیں بھی اسی قسم کا پروپیگنڈہ کر رہی ہیں۔ یہ شر انگیز پروپیگنڈہ اپریل ۱۹۵۰ء میں معاہدۂ دہلی ہو جانے کے باوجود جاری ہے۔''

سرحدی جھڑپیں:

''ہر غیر جانبدار آدمی اس امر کی گواہی دے گا کہ معاہدۂ دہلی کے بعد ایک طویل عرصہ پاکستانی اخباروں نے بھارت سے خیر سگالی کا زبردست پروپیگنڈہ کیا لیکن بھارتی اخبارات اور لیڈر برابر پاکستان کے خلاف بکواس کرتے رہے اور انہوں نے پاکستان کی سلامیت کے خلاف اپنے حملوں کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ جب آپ کی توجہ دہلی کے معاہدہ کی دفعہ ۸ کے تحت اس طرف مبذول کرائی گئی اور ایسے لوگوں اور اخبارات کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے صاف کہہ دیا کہ آپ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔ آپ نے ان حالیہ سرحدی جھڑپوں کا بھی ذکر کیا ہے جس کی آپ نے اقوام متحدہ سے شکایت کی ہے۔ آپ نے ان تمام جھڑپوں کو بے حد بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے اور ان سب کا الزام پاکستان کے سر تھوپ دیا ہے لیکن میں آپ کی توجہ اقوام متحدہ کے اعلیٰ مبصر

جنرل نیمو کے اس بیان کی طرف مبذول کراتا ہوں جو انہوں نے ۱۳ جولائی کو دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ جنگ بندی کی سرحد کو دونوں طرف سے پار کیا گیا لیکن یہ جھڑپیں معمولی تھیں۔ پہلے ان سے بھی سنگین جھڑپیں ہو چکی ہیں۔'' ان جھڑپوں کو جنگ کی خواہش پر محمول کرنا انتہائی بددیانتی کی بات ہوگی۔ آپ نے جنگ نہ کرنے کے معاہدہ کا بھی ذکر کیا ہے لیکن آپ خود جانتے ہیں کہ یہ تجویز اس لئے کامیاب نہیں ہوسکی کیونکہ آپ نے یہ بات نہیں مانی کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جو تنازعے بات چیت سے طے نہ ہوں اور مصالحت بھی ناکام رہے تو ثالث کے ذریعہ ان کا فیصلہ کرایا جائے۔ آپ کے آئین میں اس کی گنجائش ہے مگر آپ نے اسے ذاتی وقار کا معاملہ بنا کر مسترد کر دیا۔ ہماری امن پسندی کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ہم نے یہ تجویز پیش کی کہ تمام تنازعوں کا فیصلہ بات چیت' مصالحت یا پھر ثالث کے ذریعہ کرایا جائے۔ لیکن بدقسمتی سے جب کبھی بھی موقع پڑا آپ نے اپنے حق میں فیصلہ کرانے کیلئے طاقت کا استعمال کرنے کی دھمکیوں سے کام لیا۔

فوجی نقل وحرکت:

''آپ نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ آپ نے فوجی نقل وحرکت کے احکام جاری کئے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ یہ فوجی نقل وحرکت دفاعی مقصد کیلئے ہے۔ لیکن جس طرح اور جس پیمانہ پر آپ نے اپنی فوجیں سرحد پر لا کر ڈالی ہیں اور خاص طور پر پاکستان کی سرحدوں کے بالکل قریب آپ کے بکتر بند بریگیڈ کی موجودگی سے کوئی اس دھوکہ میں نہیں آسکتا کہ یہ سب کچھ آپ اپنے دفاع کیلئے کر رہے ہیں۔ یہ دفاعی نقل وحرکت کی دلیل صرف ایک حقیقت کے سامنے پاش پاش ہو کر رہ جاتی ہے کہ پاکستان نے بھارتی فوجوں کے اجتماع سے پہلے اپنی

سرحدوں پر کوئی فوج جمع نہیں کی تھی۔ ہم دونوں ہمسایہ ممالک کو اس سے زیادہ اور کسی بڑے دباؤ کا سامنا نہیں ہوسکتا کہ ایک دوسرے کی فوجیں سرحدوں پر جمع کر دی جائیں۔ میں آپ سے ایک بار پھر پورے زور کے ساتھ مطالبہ کرتا ہوں کہ ان فوجوں کو آپ سرحد سے ہٹالیں تا کہ پاکستان اور امنِ عالم کیلئے جو خطرہ پیدا ہو گیا ہے وہ دور ہو جائے۔

....

وزیراعظم ہندوستان کا تار نمبر ۲۱۵۸۷۔ مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۵۱ء

وزیراعظم پاکستان کے نام

آپ کا تار نمبر ۲۷۲۹' مورخہ ۲۰ جولائی موصول ہوا۔ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میرا ۱۷ جولائی کا تار جو صفائی و بے تکلفی پر دلالت کرتا تھا ایسا جواب لائے جسے میں صرف پروپیگنڈہ سے تعبیر کر سکتا ہوں۔

آپ کے جونا گڑھ و حیدرآباد کے حوالے غلط اور بے بنیاد ہیں۔ میں ان امور پر مزید بحث کرنا نہیں چاہتا کیونکہ انہیں متعدد بار واضح کر دیا گیا ہے۔ آپ کا حوالۂ نیپال عجیب و غریب اور غیر مناسب ہے۔ نیپال کی حکومت نے خود اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیا ہے۔ نیپال حکومت ہی کی درخواست پر مختصر سی ہندوستانی فوجیں نیپالی فوجوں سے سرحد کے نزدیک تعاون کر رہی ہیں اور دہشت وغنڈہ گردی پھیلانے والے گروہوں کی لوٹ مار و غیر قانونی کارروائیوں کا انسداد کر رہی ہیں۔ جہاں تک ہماری حفاظتی فوجوں کا سوال ہے حقیقی امر یہ ہے کہ اس میں ۵۱۔۱۹۵۰ء میں ۵۲ ہزار فوجیوں کی کمی کر دی گئی تھی۔ اس کی بآسانی تحقیق و

تصدیق ہوسکتی ہے۔ آپ کا ہمارے بجٹ کی تعداد کا حوالہ قطعی نامناسب اور گمراہ کن ہے کیونکہ یہ چند اقتصادی امور مثلاً قیمتوں میں اضافہ اور شرح سکہ جات کی تبدیلی پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ہم اپنا بجٹ ہر سال اس ارادے کے ساتھ تیار کرتے ہیں کہ فوج میں کمی ہوتی رہے۔ اگر سالِ رواں میں تجویز شدہ کمی عمل میں نہیں آئی تو یہ صرف پاکستان کا جنگی پروپیگنڈہ اور اس کی فوج میں کمی نہ واقع ہونے کی وجہ ہے۔ آپ نے میرے اس بیان کی تردید نہیں کی کہ پاکستان کی فوج میں مستقل اضافہ ہورہا ہے' اس طرح جب ہم اپنی فوج کی تعداد میں کمی کررہے ہیں تو آپ اپنی فوجوں میں اضافہ کررہے ہیں۔

آپ جو ہندوستانی اخبارات کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں اسے نہ تو میں نے نظرانداز کیا ہے اور نہ اس کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ غیر ذمہ دار اور معدودے چند اخبارات کے علاوہ جیسا کہ آپ سمجھتے ہیں بھارتی اخبارات میں پاکستان کے خلاف جنگ کا کوئی پروپیگنڈہ نہیں کیا گیا۔ میں اس معاملہ میں دونوں ملکوں کے کسی غیر جانبدار اشخص کا فیصلہ تسلیم کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے آپ کے پاکستانی اخبارات کے زہر آلود اور مسلسل جہاد کے پروپیگنڈہ مثلاً کشمیر میں غیر جانبدارانہ استصواب رائے عامہ پر مسلسل انکار اور اس پر مایوسی کے اظہار پر تعجب ہے۔ پاکستانی اخبارات میں مہینوں سے مسئلہ کشمیر پر لڑائی کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ میں پاکستان کی ذمہ دار شخصیتوں کی تقریروں میں سے چند اقتباسات کا حوالہ دیتا ہوں جو انہوں نے عوام کے سامنے کی تھیں۔

''آپ میری جانب سے اسے باور کرلیں کہ جس دن بھی ہم مجبور و مایوس ہوجائیں گے اور مسئلہ کے صحیح طور پر حل کرنے کی طرف سے قطعی ناامید ہوجائیں

گے تو نہ صرف پاکستان کی پوری پٹھان آبادی اور ٹرائیبل ایریا کے لوگ کشمیر میں جہاد کا پرچم بلند کریں گے بلکہ ہمارے افغان سرحد کے پار کے بھائی بھی اس مسئلہ میں اپنی قسمتیں ہمیں سے وابستہ کر دیں گے۔''

(خان عبدالقیوم خان۔ وزیراعظم صوبہ سرحد)

''جب تک ایک پاکستانی بھی زندہ ہے کوئی کشمیر کو پاکستان سے بزور شمشیر نہیں چھین سکتا۔۔۔۔۔۔۔ اگر مسئلہ کا فوری حل نہ ہوا تو تمام ایشیا جنگ کے شعلوں میں لپٹا نظر آئے گا جو ساری دنیا کو اپنی زد میں لے لے گا۔''

(سردار عبدالرب نشتر۔ گورنر مغربی پنجاب)

''میں پوری ذمہ داری کے احساس کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہندوستان نے کئی مہینوں سے کشمیر کے مسئلہ میں ایسا رویہ اختیار کیا ہے جو عمداً صلح کن طریقوں کی ترقی میں سد راہ ہے۔ ہندوستان کی کیا خواہش ہے؟ اس کو شکایت کا پھر کوئی حق نہ ہوگا اگر اسے کچھ دوسرا جواب دیا جائے۔'' (سر ظفر اللہ خان۔ وزیر خارجہ پاکستان)

وزیراعظم لیاقت علی خان نے کراچی میں پریس کانفرنس میں کہا کہ مسئلہ کشمیر اب کوئی تاخیر برداشت نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ مسئلہ کو سلجھانے کیلئے صرف دو راستے کھلے ہیں ''ایک تو معاملہ کو سلامتی کونسل میں پیش کرنا تھا اور دوسرا میں آپ سے نہ کہوں گا۔''

''یہ الزام جس کا میں متعدد بار حوالہ دے چکا ہوں کہ ہندوستان نے کشمیر میں آزادانہ اور غیر جانب دارانہ استصواب کرانے سے مستقل انکار کیا ہے بالکل بے بنیاد ہے۔ یہ پاکستان کا مسلح حملہ اور اس کی افواج کا وہاں مستقل قیام ہے جو کشمیر کے پرامن حل کے راستے میں حائل ہے۔ پرامن حل کی طرف قدم یوں نہیں بڑھا

کہ پاکستان نے ان شرائط کی تکمیل نہیں کی جن کے تحت آزادانہ اور غیر جانبدارانہ استصواب عمل میں لایا جاسکتا تھا۔ ان حالات کے تحت کہ پاکستان کی طرف سے بولنے والوں اور متعدد زہریلی پاکستانی اخبار کی خیال آرائیاں مشکل سے کوئی اور نتیجہ اخذ کرنے دیتی ہیں۔ علاوہ اس کے پاکستان مسئلہ کشمیر کو طاقت کے بل پر حل کرنے کی تیاریاں کرر ہا ہے۔ یہی اور صرف یہی خیال ہماری پیش بندی اور بچاؤ کا ذمہ دار ہے۔ کشمیر میں ۱۹۴۷ء کے واقعات کے بعد ہم اپنے فرض کی انجام دہی میں کوتاہی کریں گے۔ اگر ہم واقعات کے دہرائے جانے اور ان کے آخری نتائج کے خلاف اپنے بچاؤ کے مناسب انتظامات نہ کریں۔

میں ایک بار پھر خلوص نیتی کے ساتھ یقین دلاؤں گا کہ میری طرف سے افواج کی نقل وحرکت سے پاکستان کے خلاف جارحانہ کارروائی کا کوئی مقصد یا ارادہ نہیں ہے اور نہ وہ مسئلوں کو بزور کشمیر حل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اگر ہندوستانی علاقہ پر جس میں کشمیر بھی شامل ہے پاکستان حملہ آور ہوا تو ہندوستان اپنی حفاظت کیلئے تلوار اٹھائے گا۔ اگر جیسا کہ آپ کہتے ہین کہ پاکستان کی حکمتِ عملی بھی یہی ہے کہ ہندوستان پر حملہ نہ ہو تو میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا کہ دونوں ممالک میں امن وصلح پر حرف آئے۔

میری دونوں ممالک کے جنگ نہ کرنے کے اعلان کی تجویز بالکل سیدھی سادی بغیر کسی جذبہ کے تھی لیکن آپ نے اسے منظور نہ کیا اور اس میں متعدد شرائط کا اضافہ کردیا۔

موجودہ کھنچاؤ کے دور کرنے کیلئے صرف اس وقت اس کی ضرورت ہے کہ آپ کی حکومت یہ اعلان کرے کہ وہ کسی حالت میں بھی ہندوستانی علاقہ پر حملہ آور

نہ ہوگی۔ ہر شخص پاکستان کے جنگی پروپیگنڈہ اور تیاریوں کا بھارت میں اس قسم کی عدم کارروائی سے موازنہ کرسکتا ہے۔ اگر پاکستان میں ہندوستان کے خلاف لڑائی کا پروپیگنڈہ بند ہوجائے تو مجھے یقین ہے کہ نہ صرف موجودہ کھنچاؤ دور ہوگا بلکہ دونوں ملکوں کے درمیان تمام تنازعات کے دوستانہ طور پر حل کرنے میں پُرامن فضا پیدا ہوجائے گی۔''

....

وزیراعظم پاکستان کا تار نمبر ۲۸۶۹۔ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۵۱ء

وزیراعظم ہندوستان کے نام

''مجھے آپ کا تار نمبر ۲۱۵۸۷' مورخہ ۲۴ جولائی ۵۱ء کو ملا۔

۱) میں نے اپنے پچھلے تار میں جسے آپ نے پروپیگنڈہ کہنا پسند کیا ہے محض چند واقعات پیش کئے تھے جو ناگوار سہی لیکن صداقت پر مبنی تھے۔

۲) موجودہ نازک صورت حال پاکستان کی سرحدوں پر بھارتی فوجوں کے اجتماع سے پیدا ہوئی ہے اور ہمارا پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ اس طرح امن کو جو خطرہ پیدا ہوگیا ہے وہ دور کیا جائے۔ لیکن چونکہ اس خط و کتابت کے دوران میں متعدد مسائل اٹھائے گئے ہیں اس لئے مجھے ان کا مختصراً ذکر کرنا پڑ رہا ہے۔

۳) پہلے جوناگڑھ کو لیجئے۔ مجھے یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ جوناگڑھ پاکستان میں شامل ہوگیا تھا۔ اس پر بھارتی فوجوں نے حملہ کیا اور اس پر بھارت کا قبضہ پاکستان کے خلاف بھارت کا ایسا جارحانہ فعل ہے جو اب تک جاری ہے۔ یہ معاملہ سلامتی کونسل کے سامنے پیش ہے۔ اسی طرح حیدرآباد کے خلاف بھارت کی

جارحانہ کارروائی سلامتی کونسل کے سامنے ہے۔ نیپال کی آزادی کو بھارتی علاقوں سے کارروائی کر کے ختم کیا گیا اوراب نیپال درحقیقت بھارت کا محکوم بن چکا ہے۔ میں نے نیپال میں بھارتی فوجوں کی کارروائی کا جو ذکر کیا تھا اس پر حکومتِ نیپال کا احتجاج اس محکومی کا ایک اور ثبوت ہے۔

۴) آپ نے ۵۰۔۱۹۵۱ء میں بھارتی فوج میں مبینہ کمی کا پھر ذکر کیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی ملک کی فوجی طاقت کا انحصار اس ملک کی فوج پر ہوتا ہے۔ فوج کے ایک حصہ پر نہیں ہوتا۔ آپ کی بحری اور فضائی قوت میں یقینی طور پر کافی اضافہ ہوا ہے اور یہ بات ناقابل تردید ہے کہ آپ کی فوجی طاقت بحیثیت مجموعی تقسیم کے بعد سے برابر بڑھ رہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بری فوج میں جو نام نہاد کمی کی گئی ہے وہ جنگی قوت میں ایسی کمی نہیں ہے جو موثر کہی جا سکے۔ فی الواقع ریاستی فوجوں کی نئی تنظیم کی گئی ہے اور ریاستوں کی فوجوں کو ناکارہ عناصر نکالنے کے بعد بھارتی فوجوں میں شامل کر لیا گیا ہے۔ یہ ریاستی فوجیں ہمیشہ دوسرے درجہ کی فوجیں سمجھی گئی ہیں۔ تنظیمِ جدید کے بعد ان کی بھارتی فوج میں شمولیت سے درحقیقت جنگی قوت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ بھارتی فوج کی موثر جنگی قوت میں اضافہ کیا گیا ہے۔ خصوصاً بھارتی توپ خانہ میں جو فوج کی سب سے بڑی طاقت ہے کافی اضافہ ہوا ہے۔ ۵۱۔۱۹۵۰ء کے دفاعی بجٹ پر جو مباحثہ ہوا تھا اس میں آپ کے وزیر دفاع نے یقین دلایا تھا کہ وہ فی الحال اپنی فوج کی قوت میں کمی نہیں کرنا چاہتے۔ اس وعدہ کی تصدیق اس امر سے ہو جاتی ہے کہ ۵۱۔۱۹۵۰ء کے تخمینہ میں فوج کیلئے ایک ارب اکتیس کروڑ روپے رکھے گئے تھے لیکن نظر ثانی کے بعد یہ مقدار ایک ارب ۴۶ کروڑ

پہنچ گئی۔

۵) تقسیم کے وقت بھارت کی فوجی قوت پاکستان سے دوگنی تھی۔ اس کے بعد سے آپ نے اس عدم مساوات میں اور اضافہ کرنا چاہا اور صرف فوجوں کی تعداد ہی نہیں بڑھائی گئی بلکہ جنگی سامان نہ دے کر پاکستانی فوجوں کو کمزور کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔ حالانکہ تقسیم کے معاہدہ کے تحت اس فوجی سامان پر پاکستان کا جائز حق تھا۔ چنانچہ اس طرح پاکستان کو مجبور کیا گیا کہ وہ بھارت کی طرف سے ناجائز طریقہ پر روکے ہوئے سامان کو خریدنے پر مجبور کافی رقم صرف کرے۔ لیکن اس کے باوجود پاکستان کے دفاعی بجٹ میں بھارت کے دفاعی بجٹ کے مقابلہ میں نصف سے بھی کم اضافہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ آپ نے پاکستان کی کارروائیوں کی وجہ سے اپنی فوجوں میں کمی نہیں کی واقعات کو بالکل مسخ کرنا ہے۔ دونوں ملکوں کی فوجوں کی تعداد میں عدم مساوات کے پیش نظر یہ کہنا ایک عجیب سی بات ہے کہ بھارت کو پاکستان کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہے۔ بھارتی فوجوں کی تعداد زیادہ ہونا اور ہمسایہ علاقوں میں ان کا جس طرح وقتاً فوقتاً استعمال کیا گیا ہے اور پھر پاکستان کی سرحد پر فوجیں جمع کر کے حال ہی میں جو دھمکی دی گئی ہے ایسے امور ہیں جن کو دیکھ کر ہر شخص بغیر کسی شبہ کے یہ سمجھ سکتا ہے کہ حملہ کرنے کی استعداد کس میں زیادہ ہے۔

٦) مجھے آپ کے اس بیان پر حیرت ہے کہ غیر ذمہ دار اور معدودے چند اخبارات کے علاوہ بھارتی اخبارات میں پاکستان کے خلاف جنگ کا پروپیگنڈہ نہیں کیا گیا ہے۔ آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ آپ کے ملک کی دوسری سب سے بڑی جماعت ہندو مہا سبھا ہے اور اس کے وسیع اثرات سے سب باخبر ہیں۔ اس جماعت نے اپنا عقیدہ یہ قرار دیا ہے کہ ذیلی براعظم کی تقسیم کو ختم کر دیا جائے۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہیئے کہ پاکستان کو ختم کر دیا جائے۔ ہندو مہا سبھا اس مقصد کیلئے زبردست اور مسلسل پروپیگنڈہ کر رہی ہے۔ پھر یہ پروپیگنڈہ صرف ہندو مہا سبھا ہی نہیں کر رہی ہے۔ پاکستان کے خلاف جو زبردست پروپیگنڈہ ہو رہا ہے اس کیلئے بھارتی اخبارات پر ایک نظر ڈالنا چاہئے۔ میں دیگر معاملات کی طرح اس معاملہ میں بھی کسی غیر جانبدار شخص کا فیصلہ تسلیم کرنے کو تیار ہوں۔

۷) پاکستان میں پروپیگنڈہ کے متعلق آپ کا بیان صحیح نہیں ہے۔ پاکستان نے صرف اس پر زور دیا ہے کہ کشمیر میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام آزادانہ اور غیر جانبدارانہ استصواب کرایا جائے تاکہ اہل کشمیر اپنا حقِ خودارادیت کسی قسم کے دباؤ یا جبر کے بغیر استعمال کر سکیں۔ آپ کی حکومت کی طرف سے اس بنیادی حق کا مسلسل استرداد اور آپ کی فوجوں کا ریاست پر قبضہ وہ امور ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف پاکستان کے تمام باشندے بلکہ تمام امن پسند باشندے مایوس ہو گئے ہیں۔ اس ناامیدی کے اظہار کو آپ نے قابل اعتراض سمجھا ہے آپ اہل کشمیر پر قوت کے بل پر ایک حل ٹھونسنا چاہتے ہیں اب اگر پاکستان اور کشمیر کے باشندے یہ کہتے ہیں کہ وہ اسے گوارا نہیں کریں گے تو اسے ایک منصفانہ اور ناقابل انتقال حق کے متعلق اصرار کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ آپ نے پاکستان کے ذمہ دار افراد کی تقریروں سے جو اقتباسات دیئے ہیں ان کی صرف یہی تشریح ہو سکتی ہے۔ ان تقریروں کا باعث آپ کی اور آپ کے وزراء و دیگر افراد مثلاً انڈین کانگریس کے صدر مسٹر ٹنڈن کی انتہائی اشتعال انگیز تقریریں ہیں۔ میں پھر اس پر تیار ہوں کہ ایک غیر جانبدار شخص مسئلہ کشمیر اور پاکستان اور بھارت کے تعلقات پر میری اور آپ کی تقریریں پڑھنے کے بعد اپنا فیصلہ دے اور بتائے کہ ذمہ داری کس پر عائد

ہوتی ہے۔ میں اس فیصلہ کو تسلیم کرلوں گا۔

گزشتہ سال کشمیر اور بنگال کے متعلق بھارتی پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے پاکستان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ ''ہم نے جو طریقے پیش کئے ہیں اگر وہ تسلیم نہیں کئے گئے تو ہوسکتا ہے کہ ہمیں دوسرے طریقے اختیار کرنے پڑیں۔ آپ کی تقریر سننے والوں اور تمام دنیا کے سامنے یہ بات واضح تھی کہ ''دوسرے طریقوں'' سے آپ کی کیا مراد ہے۔ مارچ ۱۹۵۱ء میں نئی دہلی میں ایک پریس کانفرنس میں آپ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ کشمیر سے بھارت اور پاکستان کی فوجیں بیک وقت واپس نہ بلائی گئیں تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ بھارتی فوجیں تمام کشمیر پر قبضہ نہیں کرلیں گی۔ آپ نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ ''بھارتی فوجوں کا فرض ہے کہ اگر کشمیر کے کسی حصہ کو خطرہ درپیش ہوتو وہ تمام کشمیر پر قبضہ کرلیں۔ جون ۱۹۵۱ء میں آپ نے کشمیر پر تین قابل اعتراض تقریریں کیں جن میں آپ نے کہا تھا کہ ''ہم کشمیر کے بارے میں لغویت گوارا نہیں کریں گے جو کچھ ہوتا ہے ہونے دو۔'' آپ کے اسی جملہ کے جواب میں وزیر خارجہ نے وہ تقریر کی تھی جس کا اقتباس آپ نے اپنے تار میں پیش کیا ہے۔

اس کے بعد ہی ریاستوں کے وزیر مسٹر گوپال سوامی آئنگر نے ان معمولی سرحدی واقعات کا ذکر کرتے ہوئے جو دونوں سرحدوں پر پیش آئے تھے کہا کہ ''یہ واقعات پاکستان اور بھارت کے درمیان بڑے تصادم کا بہانہ بن جائیں گے۔''

آپ کے دوسرے وزیر مسٹر جین نے اپریل ۵۱ء میں بھارتی پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ ''اگر پاکستان نے قاعدہ سے کام نہیں کیا تو ہمیں اس کو راہِ راست پر لانے کیلئے اور مہذب طریقہ پر کام کرنے کیلئے کچھ کرنا پڑے گا۔''

پیپسو کے وزیراعظم کرنل رگھبیر سنگھ نے بھارت اور پاکستان کے درمیان جنگ کے امکانات کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو وہ پاکستان کی سرزمین پر لڑی جائے گی۔

۸) پاکستان اور بھارت کے درمیان کشیدگی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بھارت نے اس بین الاقوامی معاہدہ پر عمل کرنے سے انکار کردیا ہے کہ کشمیر میں اقوام متحدہ کے زیراہتمام ایک آزاد اور غیر جانبدار استصواب کیا جائے اس مسئلہ پر ہر چیز واضح ہے اور تمام دنیا کو اس کا علم ہے۔ اقوام متحدہ کے کمیشن کی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں کو پورا کرنے کیلئے جس قدر کوششیں کی گئیں وہ سب بھارت کی ضد اور سرکشی کی وجہ سے ناکام ہوگئیں۔ ان دونوں قراردادوں میں کہا گیا ہے کہ ریاست جموں اور کشمیر کے الحاق کا فیصلہ آزادانہ اور غیر جانبدارانہ استصواب کے جمہوری طریقہ سے کیا جائے گا۔ نیز ان قراردادوں میں پاکستان اور بھارت کی فوجوں کی واپسی کیلئے اور آزاد استصواب کیلئے دیگر شرائط کے سلسلے میں واضح طریقہ کار پیش کیا گیا ہے۔ فوجوں کو ہٹانے اور آزاد استصواب کیلئے اس بین الاقوامی معاہدہ کی تکمیل کیلئے اقوام متحدہ کے کمیشن، سلامتی کونسل، سراودن ڈکسن اور دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم سب نے کوششیں کرلیں۔ ان کی طرف سے پیش کردہ یہ تجویز پاکستان نے قبول کرلی اور بھارت نے رد کردی۔ ان حالات میں یہ کہنا قطعی خلافِ واقعہ ہے کہ پاکستانی فوجوں کی موجودگی پُرامن حل کی راہ میں مانع ہے۔ بین الاقوامی معاہدہ کے تحت ہم بھارتی فوجوں کے ساتھ ساتھ اپنی فوجیں ہٹانے کیلئے تیار ہیں۔ ہم اس کے پابند ہیں اور اس معاہدہ کے ہر لفظ کو پورا کرنے کیلئے تیار ہیں بشرطیکہ بھارت بھی ایسا کرے۔

۹) آپ کا کشمیر سے فوجیں ہٹانے سے انکار کرنا تنازعہ کی بنیاد ہے۔ آپ اہل کشمیر اور بین الاقوامی پابندیوں کو قطعی نظر انداز کر کے کشمیر پر طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کشمیر پر مہاراجہ کی طرف سے پیش کردہ ناجائز دستاویز الحاق کی بنا پر کشمیر پر قبضہ کرنا پاکستان کے خلاف اور اہل کشمیر کے خلاف جارحانہ کارروائی ہے۔ کیا میں آپ کو یاد دلا سکتا ہوں کہ جب پاکستان نے پُر امن حالات میں اور لوگوں کی مخالفت کے بغیر جونا گڑھ کی شمولیت کو تسلیم کیا تھا تو آپ کی حکومت نے ہمیں لکھا تھا کہ ''یہ حکومت پاکستان نے یکطرفہ کارروائی کی ہے اور بھارتی حکومت اس پر راضی نہیں ہو سکتی'' اور کہا تھا کہ ''پاکستان کی طرف سے الحاق کی منظوری کو بھارتی حکومت بھارتی حاکمیت اور بھارتی علاقہ میں مداخلت تصور کرتی ہے اور یہ امر دونوں مملکتوں کے دوستانہ تعلقات کے منافی ہے۔ حکومت پاکستان کا یہ فعل جس کے تحت پاکستان کی حدود ان اصولوں کی خلاف ورزی کر کے بڑھائی گئی ہے جن پر ملک تقسیم ہوا تھا بھارت کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی واضح کوشش ہے۔''

''آپ صرف جونا گڑھ کی جگہ کشمیر اور کشمیر کی جگہ جونا گڑھ کو پڑھئے' تو معلوم ہو جائے گا کہ کشمیر سے متعلق آپ کی کارروائی ہمیں اور تمام دنیا کو کیسی معلوم ہوتی ہے۔''

۱۰) آپ کا یہ دعویٰ کہ کشمیر بھارت کا جزو ہے قطعی غلط ہے اور اس بین الاقوامی معاہدہ کے خلاف ہے جسے پاکستان اور بھارت منظور کر چکے ہیں۔ اس معاہدہ کے تحت ریاست کی بھارت یا پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ ایک آزاد استصواب کے ذریعہ ہوگا۔ کشمیر پر قوت کے بل پر قبضہ رکھنے کی آپ جو کوشش کر رہے ہیں وہ بین

الاقوامی امن کیلئے سخت خطرہ ہے۔اب آپ اپنے اس جھوٹے دعوے کوسہارا دینے کیلئے دستور ساز اسمبلی طلب کرر ہے ہیں جو بھارت کی محکوم حکومت بھارتی سنگینوں کے سایہ میں طلب کررہی ہے۔آپ کا اس سے مقصد یہ ہے کہ دنیا کے سامنے تنازعہ کو طے شدہ صورت میں پیش کردیا جائے۔ یہ کوشش بین الاقوامی معاہدہ کی صریح خلاف ورزی ہےاور سلامتی کونسل اس کی مذمت کرچکی ہے۔

۱۱) پاکستان اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ بھارت کشمیر پر بزور طاقت قبضہ کرلے صرف اہل کشمیر ہی اقوام متحدہ کے زیراہتمام ایک آزاد اور غیر جانبدار استصواب کے ذریعہ بھارت اور پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ پاکستان اہل کشمیر کو ان کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق دلانے کیلئے ہر کوشش جاری رکھے گا اور جب تک یہ حق نہیں مل جائے گا چین سے نہیں بیٹھے گا۔ پاکستان کے اس عزم کا اظہار بار بار کیا جا چکا ہے۔

۱۲) پاکستان چونکہ کشمیر کے باشندوں کی آزادی چاہتا ہےاور یہ چاہتا ہے کہ بھارت اپنے کیئے ہوئے وعدوں کو پورا کرے تو آپ نے پاکستان کی سرحد پر بیشتر فوجیں جمع کرنے کا اسے بہانہ بنالیا۔امن اور جنگ سے متعلق کسی حکومت کی نیت کا اندازہ اس کے اعمال سے لگایا جاتا ہے۔جس وقت بھارت نے اپنی فوجیں جمع کیں اس وقت پاکستان نے ایک فوج بھی بھارت کی سرحد پر روانہ نہیں کی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی طرف سے کئی ماہ قبل سامان اور ذخیرے جمع کئے جار ہے تھے اور پاکستان کی سرحدوں پر فوجیں جمع کرنے کیلئے سڑکیں بنائی جارہی تھیں اور اڈے قائم کئے جار ہے تھے۔ یہ تمام باتیں پہلے سے اور احتیاط سے سوچے ہوئے منصوبے کے تحت تھیں۔ پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کی مہم اسی کا پیش خیمہ تھی اور

اس کا مقصد بھارت کی فوجی قوت کو چھپانا تھا' اس قوت کو جس پر بھارتی اخبارات نظریں جمائے ہوئے ہیں اور جن کے متعلق ان کو یہ خیالِ خام ہے کہ پاکستان اور کشمیر کے باشندے اس قوت سے مرعوب ہو جائیں گے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ سب احتیاطی اور دفاعی تدابیر ہیں۔ آپ کی فوجوں کا اجتماع اور تمام بکتر بند دستوں کا ایسے مقام پر جمع کرنا جہاں سے پاکستان پر آسانی سے حملہ ہو سکے صاف طور پر جارحانہ نوعیت رکھتا ہے۔ لیکن میں پھر اس معاملہ میں ایک غیر جانبدار شخص کا فیصلہ ماننے کیلئے تیار ہوں۔

۱۳) آپ کہتے ہیں کہ ہر شخص پاکستان کے جنگی پروپیگنڈہ اور تیاریوں کا بھارت میں اس قسم کی عدم کارروائی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ بھارتی فوج کی نوے فیصدی تعداد کا جس میں بکتر بند دستے بھی شامل ہیں اجتماع ایسا فعل ہے جس کو دیکھ کر کوئی غیر جانبدار مبصر یہ نہیں کہہ سکتا کہ بھارت میں جنگی تیاریاں نہیں ہو رہی ہیں۔ جہاں تک پروپیگنڈہ کا تعلق ہے میں آپ سے کہوں گا کہ آپ ۲۳ جولائی ۱۹۵۱ء کے ہندوستان ٹائمز دہلی کا مقالۂ افتتاحیہ ملاحظہ فرمائیں جس میں پاکستان کے خلاف بھارت کے فولادی گھونسے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بے بنیاد الزام لگایا گیا ہے کہ پاکستان نے کشمیر میں حمایت حاصل کرنے کیلئے مغربی بلاک کو اڈے قائم کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

۱۴) جنگ نہ کرنے کے اعلان کی حقیقت یہ ہے کہ آپ جنگ نہ کرنے کا کوئی ایسا موثر اعلان کرنے کیلئے تیار ہی نہیں جس کے بعد قوت کے استعمال کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور جس کے تحت تنازعات کے تصفیہ کیلئے موثر طریقے مقرر کر دیئے جائیں۔ یہ کہنا غلط ہے کہ میں نے نئی شرائط کا اضافہ کیا ہے۔ میں نے صرف یہ کہا

تھا کہ اگر مذاکرات اور مصالحت کا طریقہ ناکام ہو جائے تو "حکم" کے فیصلہ کو تسلیم کیا جائے۔

۱۵) آپ نے لکھا ہے کہ بھارت پاکستان پر حملہ کی نیت نہیں رکھتا۔ میں واضح طور پر کہتا ہوں کہ پاکستان بھارتی علاقہ پر حملہ کی نیت نہیں رکھتا۔ ہم دونوں نے اسی قسم کے اعلانات پہلے بھی کئے ہیں لیکن ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ کیونکہ آپ نے بار بار قوت کا مظاہرہ کر کے پاکستان کو ڈرانے کی کوشش کی ہے۔ موجودہ کشیدگی کو دور کرنے کیلئے پہلا اور سب سے ضروری قدم یہ ہے کہ آپ اپنی فوجوں کو ان چھاؤنیوں میں واپس بلالیں جہاں وہ زمانہ امن میں مقیم تھیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو میں بھی اس کیلئے تیار ہوں کہ اپنی فوجوں کی نقل و حرکت کو بند کر دوں جس کا بھارتی فوجوں کے پاکستانی سرحد پر اجتماع کے بعد مجھے حکم دینا پڑا تھا۔

پانچ تجویزیں:

دونوں ملکوں کے درمیان پرامن فضا پیدا کرنے اور مستقل بنیاد پر دوستانہ تعلقات قائم کرنے کیلئے میں حسب ذیل تجاویز پیش کرتا ہوں:

(الف) اس وقت سرحدوں پر جو فوجیں جمع ہیں انہیں فوراً ہٹا کر ان مقامات پر پہنچایا جائے جہاں وہ امن کے زمانہ میں رہتی ہیں۔

(ب) ایسا ہونے کے فوراً بعد ہندوستان اور پاکستان دونوں کو اپنے اس معاہدہ کا اعادہ کرنا چاہئے کہ "ریاست جموں و کشمیر کے ہندوستان یا پاکستان سے الحاق کا مسئلہ اقوام متحدہ کے زیر انتظام ایک آزادانہ اور غیر جانبدارانہ استصوابِ رائے عامہ کے جمہوری طریقہ سے حل کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے مزاحمت اور تاخیر بغیر دونوں حکومتوں کو وہ تمام ذمہ داریاں پوری کرنے کیلئے اپنی رضامندی

ظاہر کر دینی چاہئے جو انہوں نے اقوام متحدہ کے کمیشن برائے پاک و ہند کی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں کے تحت اپنے اوپر لی تھیں۔ یہ قراردادیں جنگ بندی کے معاہدہ کی تعمیل اور ریاست سے ان کی مسلح فوجیں ہٹانے نیز ان متفقہ قراردادوں کی تشریح اور نفاذ کے متعلق اختلاف رائے کی صورت میں سلامتی کونسل کے فیصلہ کی منظوری پر مشتمل تھیں۔

ج) دونوں حکومتوں کو یہ بھی اعلان کرنا چاہئے کہ وہ دوسرے تنازعوں کا فیصلہ کرنے میں طاقت استعمال کرنے سے گریز کریں گی اور اگر ایسے تنازعے گفت و شنید اور مصالحت سے فیصل نہ ہوئے تو انہیں ثالثی یا عدالتی فیصلہ کے ذریعے طے کرائیں گی۔

د) دونوں حکومتوں کو ۸ اپریل کے معاہدۂ دہلی بالخصوص اس کی دفعہ (۸) کے تحت سنبھالی ہوئی ذمہ داری کا اعادہ کرنا چاہئے کہ دونوں ملکوں میں سے کسی ملک میں ایسے پروپیگنڈہ کی اجازت نہیں دیں گی جو دوسرے ملک کی علاقائی سالمیت کے خلاف ہو یا ان کے درمیان جنگ کرادینے کیلئے ہوا دے اور ہر اس شخص یا ادارہ کے خلاف فوری اور موثر کارروائی کریں گی جو اس طرح کے پروپیگنڈے کا مرتکب ہوگا۔

ہ) دونوں حکومتوں کو اعلان کرنا چاہئے کہ وہ کسی حالت میں بھی دوسرے ملک کے علاقہ پر حملہ یا یورش نہ کریں گی۔

یہ ہے وہ امن کا منصوبہ جسے میں آپ کی منظوری کیلئے پیش کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ بین الاقوامی امن اور ہمارے دونوں ملکوں کے دوستانہ تعلقات کے مفاد کو سامنے رکھ کر آپ اسے کسی شرط کے بغیر منظور کر لیں گے۔ تاہم اگر آپ اس منصوبہ کی دفعات پر مزید تبادلۂ خیال کرنا پسند کریں گے تو میں پُرامن فضا پیدا ہونے

کی طرف پہلے اہم اقدام کے مکمل ہونے یعنی فوجوں کے اجتماع ہٹنے کے فوراً بعد آپ کو کراچی آنے کی پُر تپاک دعوت دیتا ہوں۔

....

تار نمبر ۲۱۶۰۲۔ مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۵۱ء

از طرف وزیر اعظم ہند بجناب وزیر اعظم پاکستان

بحوالہ آپ کے تار نمبر ۲۸۶۹' مورخہ ۲۶ جولائی' ان الزامات کا اعادہ جو پہلے متعدد بار مسترد کیے جا چکے ہیں۔.......... ان الزامات کیلئے مزید مواد فراہم نہیں کرتا بلکہ صرف فوری مسئلوں کو مبہم بناتا ہے۔ اگر ہم دونوں کا مقصد اپنے ملکوں کے مابین کشاکش کو کم کرنا ہے تو یہ مقصد دلیلوں اور قاطع دلیلوں کے مسلسل تبادلہ سے نہیں حاصل ہوسکتا۔ میری انتہائی خواہش ہے کہ اس صورتِ حالات کا اس طرح سے مقابلہ کیا جائے کہ خوف و شک کا جو دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کو تاریک بناتے ہیں خاتمہ ہو جائے۔ مجھے یقین ہے اور ہمیشہ سے رہا ہے کہ ہندوستان و پاکستان کا شریکِ کار ہونا اور مشترکہ کاموں میں جو جانبین کے فائدے کیلئے ہونگے تعاون ناگزیر ہے۔

۲۔ ہمارا مکمل گزشتہ نظریہ اور ہماری آزادی کیلئے طویل جدوجہد' ہمارا آئین اور ہماری حکمتِ عملی کا صرف ایک مقصد رہا ہے اور وہ ایک ایسی ریاست کا قیام ہے جو اپنی حدود کے اندر ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک کرے اور بلا فرقِ مذہب دوسرے ممالک کا دوستانہ تعاون حاصل کرے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ہمارے پاس ایک بہت بڑی مسلمان آبادی ہے جو چار کروڑ سے زائد ہے۔ ساتھ ہی ساتھ

عیسائی، سکھ اور دیگر مذہبی جماعتیں بھی ہیں اور ہم نے ان کو قومی زندگی، سرکاری اور دوسری جہدوں میں برابر کی جگہ دینے کی کوشش کی ہے۔ عملاً لوگ غلطیاں کرتے ہیں اور احمق لوگ غیر ذمہ دارنہ بیانات دیتے ہیں لیکن ہماری متعین اور مصمم حکمتِ عملی کو ہمارے ملک کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کی تائید حاصل ہے۔

۳۔ اپنی جنگِ آزدای کی گزشتہ تواریخ اور اپنی موجودہ حکمتِ عملیوں کے مطابق ہم اپنے تمام ہمسایہ ملکوں کی دوستی کے جویا ہیں۔ مزید خصوصیات کے ساتھ ہم پاکستان کے لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کے خواہاں ہیں جو حالانکہ ہم سے سیاسی طور پر جدا ہیں لیکن پھر بھی بہت سی چیزیں مشترکہ رکھتے ہیں اور رکھتے رہیں گے۔ بدقسمتی سے پاکستانی لیڈروں نے ایسی تحریک شروع کی جو علیحدگی پسندی کی حامل ہے اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں اور فرقوں کے درمیان منافرت پھیلی ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ تقسیم کے بعد یہ جذبات و منافرت ختم ہو جائیں گے اور دونوں ملکوں کے درمیان زیادہ تعاون کا جذبہ پیدا ہو جائے گا لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ فرقہ وارانہ نفرت کا پرانا جذبہ برابر پاکستانی لیڈروں کی رہنمائی کررہا ہے۔

۴۔ تقسیمِ ہند کے غم آلود نتائج کے بعد ہم نے ایک بار پھر امید کی تھی کہ خطرناک صورتیں ختم ہوچکیں اور رفتہ رفتہ ہمارے طبعی تعلقات استوار ہو جائیں گے۔ لیکن گزشتہ عرصہ میں مغربی پاکستان کے علاوہ معدودے چند غیر مسلم آبادی کے سارے غیر مسلم پاکستان سے نکال دیئے گئے جو ہندوستان میں پناہ گزیں ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد یکساں کارروائی مشرقی پاکستان میں بھی شروع ہوگئی لیکن خوش قسمتی سے اپریل ۱۹۵۱ء کے معاہدے کی بدولت رک گئی۔ حالانکہ بعد میں اس

نظریہ کے تحت بھی حالات بد سے بدتر ہو گئے اور حال ہی میں غیر مسلموں نے دوبارہ مشرقی پاکستان سے ہجرت شروع کر دی۔

۵۔ میں آپ کی توجہ ان معاملات کی طرف کسی بحث طلب جذبہ کے تحت مبذول نہیں کرانا چاہتا بلکہ میں اپنی ان بنیادی دقتوں کا حوالہ دینا چاہتا ہوں جن کا ہمیں گزشتہ چار سالوں سے مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ ہم نے ملک کے اندرونی و بیرونی امن کے قیام اور اوچھی فرقہ پرستی کے جذبہ کو کچلنے والی حکمتِ عملی پر گامزن رہنے کا اصول بنایا ہے کیونکہ جو ملک بھی ان چیزوں کو فروغ دے گا اسے سخت صدمہ پہنچے گا۔ ہم جن مشکلات سے دوچار ہیں ان کا مقابلہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کیا ہے اور اپنی حکمتِ عملی سے ذرا بھی پیچھے نہیں ہٹے۔

۶۔ مسئلہ کشمیر عرصہ ہوا پُر امن طور اور عوام کی خواہشات کے مطابق حل ہو چکا ہوتا جیسی کہ ہماری شروع ہی سے خواہش تھی لیکن اول تو پاکستان نے ریاستی عوام کے خلاف جارحانہ حملے کی حوصلہ افزائی کی اور پھر خود اس میں شریک ہو گیا۔ یہ صرف واضح حقیقت ہی نہیں بلکہ ایسی حقیقت ہے جو دوسری تمام باتوں پر غالب ہے کہ پاکستان نے کشمیر پر زبردستی قبضہ کرنا چاہا۔ آپ بخوبی واقف ہیں کہ گزشتہ بیس سال میں ریاست کشمیر میں مطلق العنان حکومت کے خلاف ایک آزادی کی لہر دوڑی تھی۔ عرصہ دراز تک یہ آزادی کی مہم جاری رہی اور عوامی انقلاب کا ایک طاقتور فرقہ وجود میں آیا۔ جو سیاسی اور تمدنی ترقی کی طرف رجوع رہا۔ موجودہ جموں اور کشمیر کی حکومت اسی عوامی انقلاب کا نتیجہ ہے جو عوامی ترقی پذیر اور خود اختیاری حکومت سے جو تمام فرقوں میں یکجہتی اور مساوات کے اصولوں کو قائم کرنے میں منہمک ہے اس نے انتظامی، تمدنی، علمی اور اقتصادی معاملات میں گراں قدر

ترقی کی ہے۔ زرعی قوانین عوام کے مفاد کیلئے تبدیل کردیئے گئے ہیں۔ یہ صرف عوام کے اتفاق وامداد ہی پر ہوسکتا تھا۔ برخلاف اس کے آزاد کشمیر کے علاقے میں حالات ہی بالکل مختلف ہیں۔

۷۔ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ ہندوستان یا پاکستان کی خواہشات پر منحصر ہے۔ کشمیر کے لوگ اور کشمیر کوئی جنس نہیں ہے جس کا سودا کیا جائے۔ صرف کشمیر کے عوام ہی کو ریاست کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا پیدائشی حق حاصل ہے۔ ہم کشمیریوں کا یہ حق قیامِ پاکستان سے بھی ایک عرصہ پہلے تسلیم کر چکے تھے۔ ہم اس تسلیم شدہ حق پر قائم ہیں یہاں تک کہ ہنگامی حالات میں بھی ہم نے ریاست کشمیر سے تعلقات کے ذریعہ اسے ثابت کردیا کہ ریاست مکمل طور پر خود مختار ہے اور اپنے عوام کی ذہنیتوں کے بموجب ترقی کے راستوں پر گامزن ہے۔

۸۔ ہم اس کے قائل ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ کشمیر کے عوام ہی اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکتے ہیں اور ہم نے اقوامِ متحدہ سے جو وعدے کئے ہیں ان پر ہمیشہ قائم رہیں گے۔ لیکن ہم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ استصواب رائے سے پہلے ''سازگار حالات'' کا پیدا کرنا اشد ضروری ہے اور یہی وہ شرط ہے جس پر ہندوستان و پاکستان میں اب تک اختلاف جاری ہے۔

۹۔ آپ نے مجھے کراچی آنے کی دعوت دی ہے لیکن آپ نے اسے مشروط کردیا ہے کہ پہلے ہندوستان سرحد سے اپنی فوجیں ہٹالے۔ اس لئے میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ آپ نے جو شرط لگائی ہے وہ ایسی ہے جو موجودہ حالات میں ہمارے لئے قابلِ قبول نہیں۔ یہ شرط ایسی ہے کہ میں آپ کے اس اصول کو قبول کرلوں جسے میں بالکل بے بنیاد اور غلط تصور کرتا ہوں۔ حالات کا جائزہ لینے اور

اپنی ذمہ داری محسوس کرنے کے بعد ہم نے بحثیت ایک ذمہ دار حکومت کے امن برقرار رکھنے کی خاطر اپنے چند فوجی دستے سرحد پر بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ فوجیں روانہ کرنے کی کوئی بھی وجہ ہو لیکن یہ تو کھلی حقیقت ہے کہ پاکستان میں ایک عرصہ سے کھلم کھلا جنگ کے نعرے لگائے جا رہے ہیں جن سے مجبور ہو کر ہم نے اپنی فوجیں سرحدوں پر احتیاط کے طور پر بھیجی ہیں۔ آپ تو ہم پر ''مکے'' اٹھائیں اور ہم سے توقع کریں کہ ہم اپنی سرحدوں کو غیر محفوظ اور جارحانہ کارروائیوں کیلئے خالی چھوڑ دیں؟ ہم نے قبل بھی کہا ہے کہ اور پھر دل کی گہرائیوں سے پُر زور الفاظ میں کہتا ہوں کہ ہماری طرف سے حملہ کیلئے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھے گا بشرطیکہ پاکستان کی طرف سے بھی ہندوستانی علاقہ پر حملہ نہ ہوا۔ اور میں اسے بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں کشمیر بھی شامل ہے۔ دونوں ملکوں کے مختلف جھگڑے معہ کشمیر پرامن طور پر یا پھر جنگ کے ذریعہ حل ہوں گے۔ میں تو جنگ کا ذکر تک نہیں چاہتا اور آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ بھی یہی اعلان کریں۔ اگر آپ اس بنیادی اصول پر راضی ہو جائیں تو دیگر مسائل بعد میں حل ہوتے رہیں گے۔

۱۰۔ آپ نے مجھے مشروط طریقے پر ملنے کی دعوت دی ہے اور وہ شرط جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ میں کسی شرط کے بغیر قطعی طور پر ملنے اور اپنے معاملات طے کرنے کیلئے تیار ہوں۔ اس لئے میں بغیر کسی شرط کے آپ کو آپ کے کسی بھی سہولت کے وقت دہلی آ کر ان مسائل پر بات چیت کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

۱۱۔ آپ کا کہنا ہے کہ موجودہ ہنگامی حالات ہندوستانی فوجوں کے پاکستانی سرحدوں پر جمع ہو جانے سے پیدا ہوئے ہیں۔ کیا میں آپ کی توجہ مبذول کرا سکتا

ہوں کہ پاکستانی سرحد پر لاہور سے راولپنڈی، سیالکوٹ، جہلم تک بھارتی سرحد کے ساتھ ساتھ عام طور پر جو فوجیں جمع رہتی ہیں وہ بھی اس حالت میں ہوتی ہیں کہ جب چاہیں آسانی سے بھارت پر حملہ کرسکتی ہیں۔ یہی حالت مشرقی بنگال کی سرحدوں کے متعلق ہے، فوجیں ایسی صورتوں میں ہوتی ہیں کہ وہ بغیر کسی تیاری یا تاخیر کے حملہ آور ہوسکتی ہیں اور پھر پاکستان میں جہاد کے نعروں اور ذمہ دار شخصیتوں کے بیانات کے بعد کوئی بھی ملک ان حملوں سے بچنے کیلئے دفاعی تیاریوں سے غافل نہیں رہ سکتا۔ موجودہ حالت میں بھی ہماری فوجیں بنسبت آپ کی فوجوں کے سرحد سے بہت دور ہیں۔ اصل دقت یہ ہے کہ آپ کی حکومت ہمیشہ طاقت کے بل پر کشمیر کا تنازعہ طے کرنے کی دھمکیاں دیتی رہتی ہے۔ ہماری تیاریاں محض اس دھمکی کی وجہ سے ہیں۔ اگر آپ کا یہ اعلان کہ پاکستان، ہندوستان معہ کشمیر پر حملہ کرنے کی کوئی نیت نہیں رکھتا اور پاکستان میں جہاد کا نعرہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے تب دونوں ملکوں میں جنگ کا خطرہ ختم ہو جائے گا۔ میں اپنے اگلے تار میں اس کا تقابل کر چکا ہوں کہ جہاں پاکستان جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہے اور جان بوجھ کر بلیک آوٹ شہری بچاؤ اور لڑائی کے امکانات دکھلا کر لوگوں کے جذبات ابھار رہا ہے وہاں ہندوستان میں اس قسم کی کوئی بات نہیں اور زندگی نہایت پُرسکون وہموار طور پر گزر رہی ہے۔ ہندوستان میں لڑائی کے جراثیم بالکل نہیں پائے جاتے کیونکہ ہم نہ جنگ چاہتے ہیں اور نہ اس کی تیاریاں کرتے ہیں۔

۱۲۔ ہماری کارروائیاں زیادہ تر ترقی کے منصوبوں سے وابستہ ہیں۔ ہم ہندوستان کے اقتصادی اور دیگر قدرتی وسیلوں کو فروغ دینے کیلئے پانچ سالہ منصوبے پر غور وخوض کر رہے ہیں۔ ہم عام انتخابات کی تیاریوں میں مشغول ہیں

جو جمہوری حکومت کی تاریخ میں عظیم ترین ہوں گے۔ یہ سب کام علاوہ دیگر کاموں کے ہماری توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ یہ سب کام جنگ سے متعلق کیونکر ہو سکتے ہیں جو ہماری تمام تجویزوں کو درہم برہم کر دے گی۔

۱۳۔ میں آپ کے اس الزام کی سختی سے مخالفت کرتا ہوں کہ ہندوستان کشمیر میں اقوامِ متحدہ کے زیرانتظام آزادانہ اور غیر جانبدارانہ استصوابِ رائے عامہ سے انکار کر کے بین المملکتی معاہدوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ یہ سب سے پہلے ہم ہی تھے جس نے کشمیریوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کی دعوت دی اور ہم اب بھی اس کے ضامن ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے کمیشن برائے ہندو پاکستان کی تجویزوں کو عمل میں لانے میں تاخیر صرف دونوں تجویزوں کی یقین دہانیوں کی خلاف ورزی ہے جنہیں ہم دونوں نے منظور کیا تھا۔ ان تجویزوں میں سب سے پہلی شرط یہ تھی کہ پاکستان اپنی فوج ریاست جموں وکشمیر سے ہٹا لے۔

۱۴۔ جہاں تک آپ کے امن کے منصوبے کا تعلق ہے میں اس پر پہلے ہی روشنی ڈال چکا ہوں یعنی اول ہماری فوجوں کی واپسی جو پاکستانی سرحد پر جمع ہیں۔ دوئم مسئلہ کشمیر کا فوری حل اور تیسری تجویز کیلئے ہم پھر سے یقین دلانے کو تیار ہیں کہ حکومتِ ہندوستان تمام تنازعوں کو حل کرنے کیلئے طاقت کا استعمال کرنے سے گریز کرے گی۔ ہم نے ایسے تنازعے گفت وشنید اور مصالحت سے فیصل نہ ہونے پر نہ تو ثالثی اور نہ عدالتی فیصلہ ہی کے ذریعہ طے کرانے سے انکار کیا ہے۔ ہم اس پر تیار ہیں کہ ثالثی یا عدالتی یا طے کرنے کا جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے وہ ہر مسئلہ کے حقیقتِ حال کا خیال رکھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے دو اہم جھگڑوں یعنی متروکہ جائیداد اور نہر کے پانی کا فیصلہ کرنے کیلئے عدالتی کارروائی کی تجویز پیش کی تھی۔

لیکن آپ نے اس تجویز کو منظور نہیں کیا۔

آپ کی چوتھی امن کی تجویز سے ہمیں انکار نہیں کہ دونوں حکومتوں میں سے کسی ایک میں بھی ایسے پروپیگنڈے کی اجازت نہیں جو دوسرے ملک کی علاقائی سلمیت کے خلاف ہو۔ اس پر عمل درآمد کیلئے ہمیں اپنے آئین کے مطابق عمل کرنا ہے اور اظہارِ خیال کی آزادی پر عدالت فیصلہ کو بھی مدنظر رکھنا ہے جس نے ہماری تحریکوں کو کسی قدر محدود کر دیا ہے۔ ہماری حکومت کی حکمتِ عملی بہر حال واضح ہے کہ اور جس کا اظہار متعدد بار کیا جا چکا ہے۔ اس سلسلے میں کیا میں آپ کی توجہ اس پروپیگنڈہ کی طرف مبذول کرا سکتا ہوں جو کہ پاکستان میں صرف جنگ کیلئے ہی نہیں بلکہ ہندوستان کو فتح کرنے کیلئے کیا جا رہا ہے۔ ہم اس قسم کے خیالی اور وہمی اظہارات سے پریشان نہیں بلکہ یہاں ان کا ردِ عمل ہونا لازمی ہے۔ آپ ہندو مہا سبھا اور چند دیگر جماعتوں کا حوالہ دیتے ہیں تو معاف کیجئے گا کہ اس ملک میں ان کی کوئی طاقت نہیں۔ کیا میں آپ کی توجہ پاکستان میں ''ہندوستان ہمارا ہے'' والی جماعت کی طرف لے جا سکتا ہوں جو ہندوستان کو پاکستان مین ملانے کا مطالبہ کرتی ہے۔

آپ کی پانچویں تجویز سے میں قطعی اتفاق کرتا ہوں کہ ہم لوگوں کو یہ اعلان کرنا چاہئے کہ کوئی بھی حکومت کسی حالت میں بھی ایک دوسرے ملک کے علاقہ پر حملہ یا یورش نہ کرے گی۔ بہر حال مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ اس اعلان میں جموں و کشمیر کا علاقہ بھی شامل ہونا چاہئے جس کے مستقبل کا فیصلہ پُر امن طریقہ پر ہونا چاہئے۔

....

تار نمبر ۳۰۰۶۔ مورخہ یکم اگست ۱۹۵۲ء

ازطرف وزیراعظم پاکستان بجناب وزیراعظم ہندوستان

آپ نے اپنا تار نمبر ۲۱۶۰۲' مورخہ ۲۹ جولائی الزامات اور جوابی الزامات سے گریز کرنے کی خواہش کے اظہار سے شروع کیا ہے اور آپ پھر ایک دم پاکستان کے خلاف بے بنیاد الزامات لگانے پر اتر آئے ہیں۔ میں کسی نئی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا اس لئے ان الزامات کی قطعی تردید کرنے کے سوا ان پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ اگر ضرورت پڑی تو میں کسی اور موقع پر ان مسائل پر بحث کروں گا۔ موجودہ بحران کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے مسائل کا تعمیری حل تلاش کرنے کیلئے نہایت سنجیدگی کے ساتھ اپنے دماغوں سے کام لیں۔ میں آپ سے نہایت مخلصانہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری پیش کردہ تجویزِ امن پر جسے غالباً آپ نے نظر انداز کر دیا ہے اچھی طرح غور کریں۔

پہلا اور سب سے زیادہ ضروری اقدام:

جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ پہلا اور سب سے زیادہ ضروری اقدام یہ ہونا چاہئے کہ تمام فوجیں سرحدوں سے ہٹا کر وہاں پہنچا دی جائیں جہاں وہ زمانہ امن میں تھیں۔ یہ قدم دونوں طرف سے مساوی طور پر اٹھنا چاہئے۔ معلوم نہیں آپ نے یہ نتیجہ کہاں سے نکال لیا کہ میں نے صرف بھارتی فوجیں ہٹانے کا مطالبہ کیا تھا اور اسے کراچی آنے کی دعوت کی شرط قرار دیا تھا۔ میں نے صاف طور پر بتا دیا تھا کہ اگر آپ نے اپنی فوجوں کو سرحد سے ہٹا کر زمانۂ امن کے ٹھکانوں پر پہنچا دیا تو میں بھی پاکستانی فوجوں کی نقل و حرکت موقوف کر دوں گا جو پاکستانی

سرحدوں پر آپ کی فوجوں کے اجتماع کی وجہ سے ضروری سمجھی گئی تھی۔

جب دو مخالف فوجیں سرحد پر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوں تو معمولی سا واقعہ بھی جنگ کی ابتدا ثابت ہوسکتا ہے۔ آپ نے مجلسِ تحفظ سے سرحدی جھڑپوں کی رپورٹ جس قدر بڑھا چڑھا کر کی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی مسلح فوجیں جو حملہ کیلئے صف باندھے کھڑی ہیں ذرا ذرا سی بات میں اپنے جارحانہ حملہ کا جواز ڈھونڈ رہی ہیں۔ اگر آپ کی فوجوں کی نیت خراب نہیں ہے تو دوراندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ تصادم کا امکان ختم کرنے کیلئے فریقین اپنی اپنی فوجیں ہٹا کر زمانۂ امن کے ٹھکانوں پر پہنچا دیں۔ اسی وجہ سے میں نے امن کو لاحق شدید خطرہ دور ہوتے ہی کراچی آنے کی دعوت دی تھی۔ شرط کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ تو پُرامن ماحول پیدا کرنے کی کوشش تھی۔ اس ماحول میں جہاں فریقین کی توپوں کا رخ ایک دوسرے کی طرف ہو تنازعات کے تصفیہ اور دوستانہ تعلقات کیلئے مذاکرات کرنا حقیقت پر مبنی نہیں ہوسکتا۔

شہری دفاع:

آپ نے پاکستان میں شہری دفاع کی تیاریوں اور بھارت میں اس کے فقدان کا ذکر کیا ہے۔ شہری دفاع کی تیاریوں سے لڑائی نہیں ہوتی۔ لڑائی تو فوجوں، توپوں اور ٹینکوں سے ہوتی ہے۔ آپ نے ہماری طرف سے کسی قابلِ اعتراض قدم کے بغیر اپنی تمام فوجیں ہم سے لڑنے کیلئے بھیج دیں۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری کہ پاکستان کے باشندوں نے دفاع کی تیاریاں شروع کر دیں اور باوجود یہ کہ میں نے پاکستانی فوجوں کی بعد کی نقل و حرکت کو منسوخ کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن آپ نے پاکستان کے شہری دفاع کو حیلہ قرار دے کر بھارتی فوجیں پاکستانی سرحدوں سے

واپس بلانے سے انکار کر دیا۔ آپ کو یہ نئی بات سوجھی ہے کہ پاکستانی فوجوں کا ان مقامات پر موجود ہونا جہاں وہ زمانہ امن میں رہتی ہیں بھارت کیلئے خطرہ کا باعث ہے۔ لاہور، سیالکوٹ، جہلم اور راولپنڈی جن کا ذکر آپ نے کیا ہے وہاں تقسیم سے پہلے بھی چھاؤنیاں تھیں اور گو وہاں ہماری فوجیں چار سال سے پڑی ہیں لیکن اس سے پہلے آپ کو کبھی ان سے خطرہ محسوس نہیں ہوا۔ آپ کی سرحد سے جہلم سو میل اور راولپنڈی ایک سو اسی میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ پاکستان کا عرض تقریباً تین سو میل ہے کیا کوئی عقل مند آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ان مقامات پر فوجوں کی موجودگی سے بھارت کو خطرہ ہے۔

کشمیر پر بھارت کا دعویٰ:

تجویز امن کا دوسرا نکتہ کشمیر سے متعلق ہے۔ آپ نے کہا ہے کہ بھارت یا پاکستان کو کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں۔ کشمیر اور باشندگانِ کشمیر سامانِ تجارت نہیں ہے جس کا سودا یا لین دین کیا جا سکے اور یہ ان کا وراثتی حق ہے کہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ یہ الفاظ قابلِ تعریف ہیں اور میں بھی دل سے اس بات کا قائل ہوں لیکن کشمیر میں بھارت کا عمل ان جملوں کے بالکل برخلاف ہے۔ آپ کے اس دعوے کو کہ کشمیر بھارت کا جزو ہے ریاست کے باشندوں کی تائید حاصل نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد ہندو مہاراجہ کا اقدام ہے جس نے ریاست کے باشندوں کے اس اعلان کے باوجود کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں بھارتی لیڈروں سے سازش کی، عوام پر ڈوگرہ فوج سے حملہ کرایا اور جب عوام نے اپنی گردن سے مہاراجہ کا جوا اتار پھینکا تو اس نے آزادیٔ کشمیر کی خاطر لڑنے والوں کو طوقِ غلامی پہنانے کیلئے بھارت کی فوجی امداد کے عوض ناجائز طریقہ سے الحاق

کے کاغذ پر دستخط کر دیئے۔ آخر اس غاصب کو بھارت کے ہاتھ کشمیر کی آزادی فروخت کرنے کا کیا حق ہے اور اسی کے دستخطوں کی بنیاد پر آپ نے فوجوں کی مدد سے کشمیر پر قبضہ کر کے ریاست کے باشندوں پر ایسی حکومت مسلط کر دی جو آپ کا کھلونا اور انکی مصیبت ہے۔ کشمیر پر آپ کی فوجوں کا قبضہ کشمیر کے باشندوں اور پاکستان کے خلاف جارحانہ کارروائی تھی اور ہم نے فوراً اس کی مذمت کی۔ تاہم جب اقوامِ متحدہ کے کمیشن کی کوششوں سے ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں کی صورت میں ایک سمجھوتہ ہو گیا تو ہم نے گزشتہ واقعات کو ان قراردادوں پر عمل درآمد کی راہ میں حائل نہیں ہونے دیا۔ میں آپ کو یاد دلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ سمجھوتہ بھارتی فوجوں، قبائلیوں اور پاکستانی فوجوں کے داخلہ کے بعد ہوا تھا۔ ان تمام واقعات کو نظر میں رکھتے ہوئے وہ سمجھوتہ ہوا تھا جس کا ایک فریق بھارت ہے۔ اس لئے بھارت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان واقعات کی بنیاد پر سمجھوتہ پر عملدرآمد سے انکار کر دے۔

استصواب کی دشواریاں:

میں نے اپنے گزشتہ تار میں جنگ بندی اور فوجوں کو غیر مسلح کرنے کی شرائط کا ذکر کیا تھا۔ جنگ تو بند ہو چکی ہے اور اب فریقین کو اس شرط پر کاربند رہنا چاہئے۔ اس کی نگرانی کیلئے اقوامِ متحدہ کے مبصرین متعین ہیں، معاہدہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ پاکستان اور بھارت ریاست سے اپنی اپنی فوجیں ہٹالیں۔ پاکستان نے بارہا اعلان کیا ہے کہ اگر بھارت نے اپنی فوجیں ہٹالیں تو پاکستان بھی اپنی فوجیں ہٹالے گا۔ اقوامِ متحدہ کی زیرِ نگرانی استصوابِ رائے کی راہ میں اب صرف یہ روڑا اٹکا ہوا ہے کہ ہندوستان نے اپنی فوجیں ہٹانے سے انکار کر دیا ہے۔ اقوامِ متحدہ

اس کے اداروں اور دیگر غیر جانبدار مدبروں مثلاً دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی تمام کوششوں کے باوجود آپ اپنا وعدہ وفا کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ آپ کہتے ہیں کہ استصوابِ رائے کی شرائط سے متعلق پاکستان اور بھارت میں اختلاف کی وجہ سے استصوابِ رائے میں دیر ہو رہی ہے۔ یہ شرائط بین الاقوامی معاہدہ میں درج ہیں۔ مگر آپ عمداً ان شرائط کا غلط مطلب نکال کر ان پر عملدرآمد کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ یہ جب ہی ممکن ہے کہ فریقین یہ طے کر لیں کہ اگر اقوامِ متحدہ کے کمیشن کو مفہوم سے متعلق کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ مجلسِ تحفظ پر چھوڑ دیا جائے۔

تنازعات کا عدالتی فیصلہ:

میری تجویز کا تیسرا نکتہ یہ ہے کہ دیگر تنازعات کے تصفیہ کیلئے طاقت استعمال نہ کرنے کا اعلان کیا جائے اور یہ بھی اعلان کیا جائے کہ اگر یہ تنازعات مذاکرات اور مصالحت سے طے نہ ہو سکے تو انہیں ثالث یا عدالت کے سپرد کر دیا جائے۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ نے ثالث یا عدالت کی تجویز کو مسترد نہیں کیا بلکہ نہروں کا تنازعہ عدالت کے سپرد کرنے کی تجویز آپ ہی نے پیش کی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ایسا تنازعہ ہے جو عدالت کے سپرد کر دینا چاہئے۔ مگر آپ یہ تنازعہ بین الاقوامی عدالتِ انصاف کے سپرد کرنے پر راضی نہیں۔ حالانکہ اس قسم کے بین الاقوامی تنازعات کا فیصلہ یہی عدالت کر سکتی ہے۔

اس کے بجائے آپ نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ دو بھارتی دو پاکستانی ججوں پر مشتمل ایک ٹریبونل مقرر کیا جائے۔ مگر جب آپ کو یہ بتایا گیا کہ اس قسم کے ٹریبونل میں تعطل پیدا ہو سکتا ہے تو آپ ایک غیر جانبدار جج کے اضافہ پر راضی نہ ہوئے۔

مختصر یہ کہ آپ ثالث یا عدالتی فیصلہ کا کوئی موثر طریقہ تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے بلکہ آپ معاملہ کھٹائی میں ڈال دینا چاہتے تھے تا کہ اپنی پوزیشن کا ناجائز فائدہ اٹھا کر آپ زیادہ سے زیادہ نہریں کھود کر پاکستان کا حق غصب کر لیں۔

پروپیگنڈے کی ممانعت:

تجویز امن میں اگلا نکتہ معاہدۂ دہلی سے عائد شدہ ذمہ داریوں سے متعلق تھا اور میں نے معاہدہ کی اس دفعہ پر خاص طور سے توجہ دلائی تھی جس کی رو سے ایک ملک میں دوسرے ملک کے خلاف ایسا پروپیگنڈہ کرنے کی ممانعت ہے جس سے جنگ چھڑنے کا اندیشہ ہو۔ آپ نے معاہدہ کی اس دفعہ کے خلاف ورزی کرتے ہوئے ان افراد، انجمنوں کے خلاف قدم اٹھانے سے انکار کر دیا ہے جو اس قسم کا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اگر آپ اپنے ملک کے آئین اور قانون کے ہاتھوں اس قدر مجبور ہیں کہ آپ معاہدہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کا بھی ازالہ نہیں کر سکتے تو انصاف کی بات یہ ہے کہ آپ کو ایسے بین الاقوامی معاہدے پر راضی نہ ہونا چاہئے تھا جس پر آپ عملدرآمد نہیں کر سکتے۔

مصادرہ علی المطلوب:

آخر میں میں نے تجویز پیش کی تھی کہ دونوں حکومتوں کو یہ اعلان کرنا چاہئے کہ پاکستان اور بھارت کسی حالت میں بھی ایک دوسرے کے علاقہ پر حملہ نہیں کریں گے۔ اس کے جواب میں آپ نے مطالبہ کیا کہ میں اس اعلان میں کشمیر کو بھارتی علاقہ قرار دوں مگر اس طرح آپ جو دعویٰ کر رہے ہیں اس کو دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں جیسا کہ میں بارہا اعلان کر چکا ہوں کہ تنازعہ کشمیر کا حل اقوام متحدہ کے

میشن کی قرارداد کے مطابق ہونا چاہئے جسے بھارت اور پاکستان دونوں تسلیم کر چکے ہیں۔ اس قرارداد کی شکل میں جو سمجھوتہ ہوا ہے اس کی رو سے کشمیر بھارت کا حصہ نہیں ہے کیونکہ ابھی تک پاکستان یا بھارت سے کشمیر کے الحاق کا فیصلہ نہیں ہوا اور یہ فیصلہ صرف اقوام متحدہ کے زیر نگرانی استصواب رائے کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے۔ پاکستان اس معاہدے پر عمل درآمد کیلئے پہلے کی طرح آج بھی تیار ہے۔ اگر آپ اس معاہدہ پر عمل درآمد کرنے پر راضی ہو جائیں اور اپنے پیدا کردہ مفہوم پر نہ اڑے رہیں بلکہ معاہدے پر عمل درآمد سے متعلق مجلسِ تحفظ کی ہدایات پر عمل کریں تو کشمیر کا پورا تنازعہ بہت جلد پرامن طریقہ پر حل ہوسکتا ہے اور پاکستان اور بھارت کے تعلقات خوشگوار ہوسکتے ہیں۔

تجویز امن:

میں نے جو تجویز امن پیش کی تھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں طرف سے فوجیں ہٹا کر زمانہ امن کے ٹھکانوں پر پہنچادی جائیں کشمیر اور دیگر تنازعات پرامن طریقوں سے حل کئے جائیں، پروپیگنڈہ بند کرکے یہ اعلان کیا جائے کہ دونوں ملکوں میں سے کوئی بھی دوسرے پر حملہ نہ کرے گا۔ بدقسمتی سے آپ نے اس میں سے کوئی بھی تجویز شرط لگائے بغیر منظور نہ کی اور شرط کی وجہ سے تجویز ناکارہ ہوگئی۔ خاص طور پر آپ پاکستانی سرحدوں سے فوجیں ہٹانے پر تیار نہیں ہیں حالانکہ دونوں ملکوں میں جو خوف اور مایوسی پھیلی ہوئی ہے اسے دور کرنے کیلئے یہ اقدام ضروری ہے۔ پھر آپ نے مجھے کس لئے دہلی آنے کی دعوت دی ہے۔ گزشتہ سال اس بات کی پرواہ کئے بغیر کہ آپ نے اس وقت بھی پاکستان سے لڑنے کیلئے فوجیں جمع کر رکھی تھیں گو یہ اجتماع اتنا بڑا نہ تھا جتنا آج ہے میں ایک

نازک موقع پر امن قائم کرنے کیلئے دہلی گیا۔ اس لئے دہلی آنے سے میرا انکار جھوٹے وقار کی وجہ سے نہیں ہے میں قیام امن کیلئے دنیا کے دوسرے کنارے تک جانے کو تیار ہوں مگر یہ میرے بس کی بات نہیں کہ آپ ہر سال پاکستان کے تحفظ کو خطرہ میں ڈالنے کا فیصلہ کریں اور میں ہر سال دہلی کا چکر لگاؤں۔

واحد طریقہ:

میں نے اپنی تجویز امن کے نکات ذرا تفصیل سے بیان کیے ہیں ان میں سے کوئی بھی نکتہ ایسا نہیں ہے جس کی پابندی پاکستان اور بھارت دونوں پر مساوی طور پر عائد نہ ہوتی ہو اور جسے کوئی بھی امن پسند ملک قبول کرنے میں جھجک محسوس کرے ۔میں ایک مرتبہ پھر آپ پر زور دیتا ہوں کہ آپ تجویز امن اسی جذبہ کے ساتھ قبول کریں جس جذبہ کے ساتھ میں نے پیش کی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے یہ تجویز اس یقین کے ساتھ پیش کی ہے کہ پاکستان اور بھارت کی جنگ دونوں ملکوں کو تباہ کر دے گی اور ہمارے لئے اب صرف ایک ہی راستہ باقی ہے اور وہ یہ کہ ہم ایک دوسرے سے پورے تعاون اور برقرار رہنے والی دوستی کی کوشش کریں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ نے یہ تجویز منظور کر لی تو موجودہ کشیدگی فوراً دور ہو جائے گی اور دونوں ملکوں میں مستقل دوستی کی بنیاد پڑ جائے گی۔ اگر آپ اس نکتہ پر تبادلہ خیالات کرنا چاہیں تو میں ایک مرتبہ پھر آپ کو کراچی آنے کی دعوت دیتا ہوں۔

....

تار نمبر ۲۱۶۱۳ ۔ مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۵۲ء

ازطرف وزیراعظم ہند بجناب وزیراعظم پاکستان

آپ کا یکم اگست کا تار ملا اس تار میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ یہ کشمیر کے خلاف حملہ کرنے کا حق آپ اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ چودھری خلیق الزمان کے بیان سے جو آج صبح کے اخبارات میں شائع ہوا اسی خیال کا اظہار ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کشمیر کے قضیہ کو طے کرنے کیلئے ہمارے اور آپ کے طریقہ کار میں قطبین کا فرق ہے۔ کشمیر پر حملہ کرنے کیلئے آپ نے ہمیشہ مسلح فوجوں کو استعمال کرنے کے امکان کو برابر پیش نظر رکھا ہے۔

ہمارے لئے کشمیر پر حملہ بھارت پر حملہ ہے۔ یہ حملہ اگر ہوا تو اس کا پوری طاقت سے مقابلہ کیا جائے گا۔ کشمیر حاصل کرنے کیلئے آپ کی طرف جنگ اور جہاد کی مسلسل دھمکیوں کی وجہ سے ہم احتیاطی تدابیر کے طور پر کچھ فوجیں سرحدوں پر رکھنے پر مجبور ہوئے ج۔ب تک یہ خطرہ موجود رہے گا بھارت میں کوئی حکومت ضروری دفاعی تدابیر کو نظر انداز نہیں کرے گی۔ مسئلہ بہت سیدھا سادہ ہے کشمیر کے سوال پر ہم میں اتفاق نہیں ہے لیکن کیا ہم اس کیلئے تیار ہیں یا نہیں۔ اس سوال کو طے کرنے کیلئے آئندہ جنگ نہ کی جائے ہم نے ایسا کرنے کی پیشکش کی ہے لیکن آپ نے اس پوزیشن کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے اور نہ ہی ضروری وعدہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اقوام متحدہ سے ہم نے جس قدر وعدے کئے تھے ان پر ہم قائم رہے اور رہیں گے۔ ہم اقوام متحدہ کمیشن برائے ہندو پاکستان کی دو قراردادوں پر عمل کرنے کیلئے تیار ہیں بشرطیکہ کمیشن نے جو ہم سے وعدے کئے تھے

انہیں پورا کیا جائے۔ یہاں ہمارے مفہوم کا کوئی سوال نہیں ہے بلکہ وہ وعدے ہیں جو کمیشن نے سرکاری طور پر کئے تھے۔ ہر حالت میں ہم جموں اور کشمیر کے باشندوں سے کئے ہوئے اس وعدہ پر قائم ہیں کہ اپنے مستقبل کا فیصلہ وہ خود کریں گے۔ میں نے مختلف مقامات پر پاکستانی فوجوں کے تعینات کرنے پر جس کا آپ نے ذکر کیا ہے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ میں نے تو صرف یہ بتایا ہے کہ وہ ہماری سرحد کے بالکل قریب ہیں اور آپ کے جارحانہ طرزِ عمل کے پیش نظر جس سے جنگ کا خطرہ ہے ہم نے دفاعی تدابیر اختیار کی ہیں۔ آپ نے کہا ہے کہ جہلم اور راولپنڈی بہت دور ہیں لیکن یہ دونوں مقامات کشمیر کی سرحد کے پاس ہیں جہاں آپ حملہ کی برابر دھمکی دے رہے ہیں۔

آپ نے کہا ہے کہ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہیں اور ذرا سا حادثہ بھی جنگ کی صورت اختیار کرسکتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے اپنی فوجیں کہاں کھڑی کی ہیں لیکن بھارتی فوجوں کو نئے مورچوں پر مقرر کرنے کے بعد ہماری فوج کا کوئی دستہ سرحد سے بیس میل سے کم فاصلہ پر نہیں ہے۔ لہٰذا بھارتی فوجوں کی طرف سے ایسے کسی حادثہ کے ہونے کا امکان نہیں ہے جو جنگ کا باعث ہو۔ آپ نے کہا ہے کہ بھارتی فوجیں حملہ کیلئے تیار کھڑی ہیں اور کسی بھی حادثہ کو بہانہ بنا کر حملہ شروع کردیں گی۔ ہماری فوجیں حملہ کیلئے تیار نہیں کھڑی ہیں اور وہ اس وقت تک کوئی کارروائی نہیں کریں گی جب تک ان پر حملہ نہ کیا جائے۔ جیسا کہ میں آپ سے بارہا کہہ چکا ہوں کہ ہماری فوجوں نے نئے مورچے اس وقت تک قائم نہیں کئے تھے جب تک کہ اس کی شہادت نہیں مل گئی تھی کہ پاکستان جارحانہ کارروائی کیلئے تیاری کررہا ہے۔ اور اس سلسلہ میں یہ بتادوں کہ ۲۸ جون کو ہمیں یہ

معلوم ہوا کہ پاکستان ایک بریگیڈ پشاور سے راول کوٹ بھیج رہا ہے جو پونچھ سے صرف پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ کارروائی پونچھ کیلئے براہِ راست خطرہ تھی۔ اس اقدام کا اس کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہوسکتا ہم نے ۳ جولائی کو اقوام متحدہ کے مبصرین کو اس کی طرف توجہ دلائی۔ بریگیڈ کی یہ نقل و حرکت ۷ جولائی کو مکمل ہوگئی تھی اس وقت ہم نے اپنی فوجیں روانہ کرنے کے سلسلے میں کوئی اقدام نہیں کیا تھا۔ یہ ہماری فوجوں کی نئی مورچہ بندی کی دفاعی نوعیت کا ایک اور ثبوت ہے۔

نہری پانی کے تنازعہ کا فیصلہ کرنے سے متعلق آپ نے جو ہماری تجویز کا ذکر کیا ہے اس کا معاملہ کے اصل حقائق سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ہماری تجویز صاف تھی اور اس میں تعطّل کا حل موجود تھا۔ اس کی وضاحت کی جاسکتی تھی۔ اگر آپ تجویز کو قطعی روانہ کر دیتے۔ ہم نہری پانی کے تنازعہ اور متروکہ جائیداد کے مسئلہ پر عدالتی فیصلہ پر تیار ہیں۔ آخر میں یہ عرض کروں گا کہ امن کا ذکر ''مکا'' دکھا کر یا حملہ کی دھمکی اور جہاد کے نعروں کے ذریعہ نہیں کیا جاسکتا۔''

....

تار نمبر ۳۱۰۹۔ مورخہ ۶ اگست ۱۹۵۱ء

ازطرف وزیراعظم پاکستان بجناب وزیراعظم ہندوستان

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے تار نمبر پرائمین ۲۱۶۱۳' مورخہ ۴ اگست ۱۹۵۱ء میں مسئلہ کو الجھانے اور ٹالنے کی پھر کوشش کی گئی ہے۔ میرا مجوزہ منصوبۂ امن ہندوستان اور پاکستان کے نہ صرف ایک دوسرے کے علاقہ کے خلاف بلکہ کشمیر میں بھی جارحانہ اقدام اور جنگ کا امکان ختم کر دیتا ہے۔ میرے

گزشتہ تاروں میں یہ امر واضح کر دیا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں کو اقوام متحدہ کے کمیشن برائے پاک و ہند کی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں میں پیش کردہ تنازعہ کشمیر کے پرامن تصفیہ پر قائم رہنا چاہیئے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

آپ کے رویہ نمایاں طور پر برعکس ہے۔ آپ کشمیر کے متعلق باضابطہ بین الاقوامی معاہدے کی خلاف ورزی اور سلامتی کونسل کی حکم عدولی کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کشمیر ہندوستانی علاقہ ہے اور غیر منصفانہ اور بے بنیاد دعوے کو فوجی ذرائع سے نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ کا یہ رویہ اقوام متحدہ کیلئے چیلنج اور بین الاقوامی امن کیلئے شدید خطرہ ہے۔ اب آپ پاکستان کو اپنی فوجی طاقت سے ڈرا رہے ہیں تا کہ کشمیر کے متعلق اپنا دعویٰ منوانے کیلئے ہمیں مرعوب کرسکیں۔ پاکستان اس جھوٹے دعوے کی نہایت پرزور الفاظ میں تردید کرتا ہے وہ طاقت استعمال کرنے کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوگا۔ باشندگانِ کشمیر ہی اقوام متحدہ کے زیرنگرانی آزادانہ استصوابِ رائے عامہ کے ذریعہ یہ فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں کہ آیا کشمیر پاکستان میں شامل ہو یا ہندوستان میں۔ پاکستان تنازعہ کشمیر کے اس پرامن منصفانہ اور جمہوری حل کیلئے انتہائی کوشش کرنے کا عزمِ صمیم رکھتا ہے۔ آپ کا یہ الزام بالکل ناروا ہے کہ پاکستان کا کشمیر کو ہندوستانی علاقہ تسلیم کرنے سے انکار جنگی ارادوں کی دلالت کرتا ہے۔

۲) کشمیر کا مسئلہ محض کسی فرضی سوال کے حسن و قبح کے متعلق اختلافِ رائے نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہندوستان کشمیر پر ناجائز قبضہ کیئے ہوئے ہے اور اس قبضہ کو طاقت کے ذریعہ دوامی بنانا چاہتا ہے۔

۳) آپ کا کہنا ہے کہ آپ اقوام متحدہ کے کمیشن برائے پاک و ہند کی قراردادوں پر عمل کرنے کیلئے اپنے وعدے پر قائم رہیں گے بشرطیکہ ان وعدوں پر بھی عمل کیا جائے جو اقوام متحدہ نے آپ سے کئے ہیں۔ آپ کا یہ بھی کہنا ہے کہ مسئلہ آپ کی جانب سے کی ہوئی تشریحات کا نہیں بلکہ کمیشن کے آپ سے کئے ہوئے وعدوں کا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک آزاد استصواب کے ذریعہ باشندگانِ کشمیر کے فیصلہ کا مقابلہ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ گزشتہ ڈھائی برس میں آپ کے ہر فعل نے آپ کے اس بیان کی تکذیب کی ہے کہ آپ باشندگانِ کشمیر کے متعلق اپنے اس وعدے پر قائم ہیں کہ وہ اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کریں۔ اب آپ اپنی مسلح فوجوں کی زیرِ نگرانی مجلسِ دستور ساز کا ڈھونگ رچا کر اپنے قبضہ کو دوامی بنانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

آپ کا کہنا ہے کہ آپ کی فوجیں پاکستانی سرحدوں سے بیس میل کے فاصلہ پر رکھی گئی ہیں لہٰذا ان سے کسی ایسی حرکت کے سرزد ہونے کا اندیشہ نہیں ہے جو جنگ کا باعث بن سکے۔ آپ اس امر سے بے خبر نہ ہوں گے کہ گزشتہ ڈھائی برس کی مدت میں اقوامِ متحدہ کے زیرِ مشاہدہ نسبتاً قلیل افواج کی موجودگی میں سینکڑوں سرحدی واقعات ہوئے ہیں۔ آپ کی افواج کسی چھوٹے سے واقعہ سے فائدہ اٹھا کر فوراً حملہ کر سکتی ہیں۔ آپ کی تقریباً بری فوج میں ایک بکتر بند ڈویژن اور پیدل فوج کے متعدد ڈویژن شامل ہیں جون ۱۹۵۱ء میں آزاد کشمیر میں ایک واحد پاکستانی بریگیڈ کی نقل و حرکت کی وجہ سے جمع کی ہے۔ یہ عذر امتحان کی کسوٹی پر پورا نہیں اترے گا۔ اول تو یہ صحیح نہیں ہے کہ آپ نے اس وقت تک اپنی فوجیں منتقل کرنے کیلئے کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا۔ مئی ۱۹۵۱ء میں آپ نے کشمیر میں اپنی مسلح فوجوں میں

چار بٹالین کا اضافہ کیا۔

دوم یہ کہ آپ نے جس بریگیڈ کا ذکر کیا ہے اسے آرام کرنے کیلئے چند ماہ کیلئے کشمیر سے بلایا گیا تھا اور بعد میں آزاد کشمیر واپس گیا جس کا اقوام متحدہ کے فوجی مشاہدین کو پورا پورا علم تھا۔ اس ڈویژن کے واپس جانے کے بعد بھی کشمیر میں پاکستانی فوجوں کی تعداد جنگ بندی کے وقت کی تعداد اور کشمیر میں ہندوستان کی فوجوں کی ایک تہائی سے بھی کم تھی۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ نے جب پاکستان کے خلاف اپنی تقریباً تمام فوج جمع کرنا شروع کی اس وقت آپ کی سلامتی کو کوئی خطرہ لاحق تھا۔

نہری پانی کے تنازعہ کے متعلق آپ کا کہنا ہے کہ آپ کی تجویز صاف تھی اور اس میں ہر ممکن جمود کا حل موجود تھا۔ حقائق سے اس کی نفی ہو جاتی ہے۔ دو سال سے زائد بحث و مباحثہ کے بعد آپ نے تسلیم کیا کہ مسئلہ کا فیصلہ عدالت کے ذریعہ کرایا جائے نیز آپ نے یہ تجویز کیا کہ اسے ایک ایسی عدالت کے سپرد کیا جائے جو دو پاکستانی اور ہندوستانی ججوں پر مشتمل ہو۔ جب ہم نے اس امر کی جانب اشارہ کیا کہ اس طور پر بنائی ہوئی ایک عدالت لامحالہ جمود کا سبب ہو گی تو آپ نے اس کے جواب میں کہا کہ ایسی صورت میں دونوں حکومتیں ایک بار پھر تصفیہ کے متعلق گفت و شنید کرنے کی کوشش کریں اور ناکامی کی صورت میں فیصلہ کیلئے کسی ایسی ایجنسی یا ادارے کو رجوع کریں جسے فریقین نے تسلیم کیا ہو۔

بہر صورت آپ اس اصول کو بھی تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے کہ دوسری عدالت میں ایک غیر جانبدار جج ہو۔ ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ اس تجویز میں دہرا حقِ استراد

ہے نیز اس سے بہت کافی تاخیر کا اندیشہ ہے۔ تاہم ہم نے موثر فیصلے کے واسطے آپ سے اپنی تجویز کو ایک معاہدے کی شکل میں اختصار کے ساتھ پیش کرنے کو کہا تھا۔ آپ نے یہ نہ کیا۔

غرض اس تجزیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ حسبِ سابق متنازعہ فیہ مسئلہ کو ٹال رہے ہیں۔ ہمارے سامنے اصل مسئلہ امن قائم رکھنا ہے اور اپنے تنازعات کو منصفانہ اور پرامن حل کرنا ہے۔ میں نے اس مقصد کیلئے ایک منصوبہ پیش کیا لیکن آپ نے اس کی کوئی دفعہ بھی منظور نہیں کی۔

آپ کشمیر میں ایک سیاسی ڈھونگ رچانے اور اپنا جارحانہ پروگرام پورا کرنے کیلئے برصغیر اور دنیا کا امن خطرے میں ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں۔ میں نے امن راستہ دکھانے کی حتیٰ الامکان کوشش کی ہے اب دنیا کو ہمارے متعلق فیصلہ کرنا چاہئے۔

دوسرے) اقوامِ متحدہ کے کمیشن برائے پاک و ہند کی دو متفقہ قراردادوں کے مطابق مسئلہ کشمیر کا سلامتی کونسل کی زیرہدایت پرامن تصفیہ ہو جسے دونوں ملک لازماً قبول کریں۔

تیسرے) دوسرے تمام تنازعات کا گفت وشنید اور مصالحت کے ذریعہ تصفیہ ہو اور اس میں ناکامی ہو تو انہیں ثالثی یا عدالتی فیصلہ کے ذریعہ طے کیا جائے۔

چوتھے) مخالفانہ پروپیگنڈے کا خاتمہ ہو۔

پانچویں) ہندوستان اور پاکستان یہ اعلان کریں کہ وہ ایک دوسرے کے علاقہ پر حملہ نہ کریں گے۔

۹۔ یہ تجاویز واضح اور غیر مبہم ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے ان کا

ہندوستان اور پاکستان دونوں پر مساوی اطلاق ہوتا ہے۔ یہ تجاویز اس انتہائی پرخلوص خواہش کے تحت پیش کی گئی تھیں کہ ہمارے دونوں ملکوں کے تعلقات تعاون اور زمانت کی مستحکم بنیادوں پر قائم ہو جائیں۔

....

تار نمبر ۲۶۲۳؍۲۔ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۵۱ء

ازطرف وزیراعظم ہندوستان بجناب وزیراعظم پاکستان

آپ کا ۶ اگست کا تار ملا۔ یہ خط و کتابت بڑی طویل ہوگئی ہے اور اس میں ایک ہی قسم کی باتیں دہرائی گئی ہیں اور میں بادلِ ناخواستہ ان اعتراضات کا مختصر جواب دے رہا ہوں جو آپ نے اپنے تار میں کئے ہیں۔ آپ نے میرے اس بیان پر شبہ کا اظہار کیا ہے کہ میں نے اس وقت تک فوجوں کو حرکت نہیں دی تھی جب تک کہ آپ نے اپنا بریگیڈ جون میں پونچھ کی طرف نہیں بھیجا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ نے کہا ہے کہ ہم نے اس سے قبل چار بٹالین بطور کمک بھیجی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی کوئی کمک نہیں بھیجی گئی لیکن بعض صورتوں میں فوجوں کو آرام ضرور دیا گیا ہے۔

جنگ بند ہونے کے بعد سے کشمیر میں ہماری فوج کی تعداد میں چالیس فیصدی کمی کی جا چکی ہے۔ اس کے بعد اگر کشمیر میں ایک بٹالین بھی بھیجی گئی تو ایک بٹالین واپس بلائی گئی' ریاست میں ہماری فوجوں کی تعداد میں ۲/۵ کمی [illegible] دینے کے بعد کوئی بھی یہ خیال نہیں کر سکتا۔ محض چار بٹالین فوج بھیجنے کا مقصد پاکستان پر حملہ کرنا تھا لیکن آپ نے حال ہی میں جو بریگیڈ بھیجا تھا اس کا سوائے اس کے اور کوئی

مطلب نہیں ہوسکتا کہ اس کا مقصد پونچھ پر حملہ کرنا تھا۔ آپ برابر ہم پر الزام لگا رہے ہیں کہ ہم اپنی فوجی قوت کے بل پر پاکستان کو دھمکی دے رہے ہیں۔ آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ کشمیر پر ہمارا قبضہ ناجائز ہے اور پاکستان کے خلاف جارحانہ کارروائی ہے۔ میں حقائق کو مسلسل مسخ صورت میں پیش کرنے کے خلاف دلائل کا لامتناہی سلسلہ نہیں شروع کرسکتا کیونکہ یہ الزامات صداقت سے دور ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ جب تک پاکستان کی طرف سے حملہ نہیں ہوا اور کشمیر کے ایک حصہ میں کئی دن تک لوٹ مار، قتلِ عام اور عصمت دری نہیں ہوتی رہی اس وقت تک بھارت کا ایک بھی سپاہی کشمیر نہیں بھیجا گیا تھا۔ ان واقعات کے بعد بھارتی فوجیں جائز حکومت اور عوام کی درخواست پر ان کو ظالم حملہ آوروں سے بچانے کیلئے کشمیر روانہ کی گئیں۔ کشمیر پر آپ کی حملہ آور تیز رفتار فوجی کارروائی کے باوجود بھارت کے ایک بھی سپاہی نے پاکستان کی حدود میں قدم بھی نہیں رکھا۔ کیا میں آپ کو یاد دلاسکتا ہوں کہ اقوامِ متحدہ کے مصالحتی نمائندہ سر اووَن ڈکسن کی رائے تھی کہ کشمیر میں پاکستان کی کارروائی بین الاقوامی قوانین کے خلاف تھی۔

آپ نے کہا ہے کہ آپ کی پیش کردہ تجویز امن کے تحت جنگ اور جارحانہ کارروائی ختم ہوجاتی ہے۔ لیکن فی الحقیقت آپ کے اس الزام کے تحت کہ ہم نے اہلِ کشمیر اور پاکستان کے خلاف جارحانہ کارروائی کی ہے اپنے لئے کشمیر پر حملہ کی آزادی محفوظ رکھنا چاہتے ہیں یا پھر یہ کہ ہم تنازعہ کے تصفیہ کے متعلق آپ کی شرائط تسلیم کرلیں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ پاکستان کشمیر میں جارحانہ کارروائی کا مرتکب ہوا ہے اور یہ کہ اس نے اس الزام کی اس وقت تک تردید کی جب تک کہ تردید کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ رہا اور اس کے پیش نظر کہ پاکستان برابر جہاد کا

اعلان کر رہا ہے اور جہاد سے تنازعہ کو حل کرنے کا واحد طریقہ سمجھتا ہے اور اس کیلئے زبردست تیاریاں کر رہا ہے اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ یا تو ہم آپ کی خواہشات کے آگے جھک جائیں ورنہ آپ قوت کا استعمال کریں گے۔

مسئلہ کشمیر کو پُر امن طریقہ سے حل کرنے کی یہ سچی کوشش نہیں ہے۔ جب تک آپ کا یہ طرزِ عمل قائم ہے بھارت کی کوئی حکومت اپنی تیاریوں میں جو خالص دفاعی ہیں کمی نہیں کرسکتی۔

آپ نے ہم پر اقوام متحدہ کے فیصلوں کی خلاف ورزی کا الزام لگایا ہے یہ الزام بھی آپ کے دیگر الزامات کی طرح بے بنیاد ہے۔ اقوامِ متحدہ سے یہ کہنا کہ وہ ہم سے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرے اقوامِ متحدہ کی خلاف ورزی نہیں ہے۔

آپ کے اخبارات صرف جنگ کی تبلیغ نہیں کر رہے بلکہ بعض اخبارات بھارت کو ختم کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن حقائق کو بے بنیاد الزامات لگا کر مسخ کر کے پیش کرنے اور جنگی پروپیگنڈہ کے باوجود میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس واضح وعدہ پر جو بار بار کر چکے ہیں یعنی یہ کہ ہم پاکستان سے امن اور دوستی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں قائم رہیں گے اور یہ کہ ہم نے طے کرلیا ہے کہ پاکستان پر حملہ نہیں کریں گے۔ دیانت داری اور پختگی کے ساتھ یہ یقین دلانے کے بعد میں اس پر مطمئن ہوں کہ ہمارے طرزِ عمل اور ہماری نیتوں کا فیصلہ تاریخ پر چھوڑ دیا جائے۔

....

تار نمبر ۳۲۱۶ ۔ مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۵۱ء

از طرف وزیر اعظم پاکستان بجناب وزیر اعظم ہندوستان

مجھے آپ کا برقیہ PRIMIN ۲۱۱۶۲۳ ' مورخہ ۱۰ اگست ۵۱ء کو ملا ۔ مجھے بھی ایسی خط و کتابت کو جاری رکھنے کی تمنا نہیں ہے جس میں آپ اصل موضوع کو چھوڑ کر فضول اور غلط الزامات عائد کرنے پر اتر آئے ہیں۔

اپنے پچھلے برقیہ میں' میں نے واضح طور پر کہا تھا کہ وہ بریگیڈ جس کا آپ نے ذکر کیا ہے آرام کیلئے آزاد کشمیر سے واپس بلائی گئی تھی اور اسے جون میں اپنی اصلی پوزیشن پر بھیج دیا گیا۔ راولکوٹ میں اس کی واپسی کو پونچھ پر حملے کا ارادہ تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ تو پہلے یہاں موجود ہی تھی۔ نہ ہی پاکستانی سرحدوں پر آپ کی تمام فوج کا اجتماع اس کا جواز پیدا کرتا ہے۔ آپ کا یہ بیان کہ آپ نے التوائے جنگ کے بعد جموں و کشمیر میں اپنی فوج کی تعداد ۴۰ فیصدی کم کر دی اور بعد میں اس میں اضافہ نہیں کیا بالکل غلط ہے۔ یہاں آپ کے اس بیان پر تبصرہ بے سود ہے کہ کشمیر میں آپ جو مزید فوج بھیجتے ہیں وہ محض ''کمک'' کے طور پر بھیجی جاتی ہے اور ہم وہ فوج جسے واپس بلا لیا گیا ہو سابقہ پوزیشن پر بھیجتے ہیں آپ کے نزدیک وہ جارحانہ اقدام ہوتا ہے۔

کشمیر کے واقعات کے متعلق آپ نے چاہے جو قصہ بیان کئے ہوں۔ تاہم دنیا جانتی ہے کہ ہندو مہاراجہ نے کس طرح مسلمانوں کا قتلِ عام کرایا۔ کس طرح اس نے بھارتی لیڈروں سے ریاستی عوام کی خواہشات کے باوجود سازش کی اور بھارتی فوجوں کو انہیں کچلنے کیلئے ریاست میں بلایا۔ مہاراجہ کے لڑکھڑاتے ہوئے ظلم

واستبداد کی مدد کیلئے بھارتی فوجیں کشمیر پر قبضہ جمانے کی غرض سے ریاست میں بھیجی گئیں تاکہ ریاست پر بھارت کی حکمرانی ہو سکے۔

کیا یہ بات تعجب خیز نہیں کہ آپ ایک طرف تو جارحانہ اقدام سے کشمیری عوام کو بچانے کا وعدہ کرتے ہیں اور دوسری طرف اقوامِ متحدہ کی نگرانی میں ایک عام استصوابِ رائے عامہ کے ذریعے ان ہی عوام کے فیصلے سے ڈرتے ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے کمیشن اور اقوامِ متحدہ کے نمائندوں کے نظریات کو کتنا ہی توڑا مروڑا جائے لیکن اس حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا کہ آپ کشمیر میں آزادانہ استصوابِ رائے عامہ کی راہ میں مداخلت کر رہے ہیں۔

میں آپ کو کشمیر کے تنازعہ کا تصفیہ اپنی شرائط کے مطابق تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کر رہا ہوں۔ میں آپ سے صرف یہ کہتا ہوں کہ آپ کی حکومت نے اقوامِ متحدہ کے کمیشن برائے بھارت و پاکستان کی دو قراردادوں کے تحت جن ذمہ داریوں کو سنبھالنے کا وعدہ کیا ہے انہیں عملی جامہ پہنایئے۔ چونکہ آپ ان قراردادوں کے من گھڑت معنی نکالتے ہیں اور اس طرح اپنی ذمہ داریوں سے گریز کرتے ہیں اس لئے میں آپ سے ایسی صورت میں سلامتی کونسل کی رہنمائی حاصل کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ یہ تنازعہ کشمیر کے حل کیلئے میری شرائط نہیں بلکہ اقوامِ متحدہ کی شرائط ہیں۔ آپ کا بیان ہے کہ آپ اقوامِ متحدہ کی یقین دہانیوں پر انحصار کئے ہوئے ہیں صرف اقوامِ متحدہ ہی ہے جو یہ بتا سکتی ہے کہ یقین دہانیاں کیا ہیں لیکن آپ یہ بات تسلیم نہیں کرتے۔

اقوامِ متحدہ کے ذمہ دار ارکان کی ہر تجویز کو مسترد کر کے آپ اقوامِ متحدہ سے انحراف کرتے ہیں اور اقوامِ متحدہ کے فیصلوں کو رد کرنے کی تازہ ترین مثال آپ

نے سلامتی کونسل کی ۳۰ مارچ ۱۹۵۱ء والی قرارداد مسترد کر کے قائم کی ہے۔

آپ مجھ پر کشمیر پر حملہ کا حق محفوظ رکھنے کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ میں صرف آپ پر اقوامِ متحدہ کی نگرانی میں کشمیر سے متعلق بین الاقوامی سمجھوتے کو روبہ عمل لانے کیلئے زور دیتا ہوں۔ یہ کہنا درست ہوگا کہ آپ پاکستان پر حملہ کا حق محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تاوقتیکہ میں کشمیر کو بھارت کا علاقہ سمجھنے کیلئے بنیادِ دعویٰ کو جو آپ پیش کرتے ہیں تسلیم نہ کروں۔ پاکستان کو ختم کرنے کے متعلق بھارتی لیڈروں اور بھارتی پریس نے اپنا پروپیگنڈہ تیز کر دیا ہے۔ انہوں نے مشرقی بنگال میں فرقہ وارانہ یگانگت اور امن کو درہم برہم کرنے کی غرض سے اپنے پروپیگنڈہ کی مہم تیز کر دی ہے۔ وہ اس قدر جھوٹا بیان دینے سے بھی گریز نہیں کرتے کہ مشرقی بنگال سے ہندو بھارت آ رہے ہیں حالانکہ درحقیقت مشرقی بنگال میں ہندو کثیر تعداد میں چلے آ رہے ہیں۔

اگر آپ کے الفاظ اور عمل یکساں ہوتے تو پھر پاکستانی عوام امن و دوستی کے ساتھ رہنے کی اس یقین دہانی پر جو آپ نے دی ہے بھروسہ کرتے۔ امن و دوستی امن کے طریقوں سے حاصل ہوتی ہے کہ نہ فوجیں جمع کرنے اور دوسرے طاقت کے ذرائع استعمال کرنے سے۔ میں نے آپ کی اس یقین دہانی پر غور کیا ہے کہ آپ پاکستان پر حملہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے لیکن اپنی فوجوں کو پاکستانی سرحدوں سے زمانۂ امن کے مقامات پر منتقل کرنے کی بجائے آپ جنگی پیمانہ پر ان میں اضافہ کر رہے ہیں۔

آپ نے میرے ''منصوبۂ امن'' کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا ہے کہ میں نے آپ کو پاکستان کے آگے ہتھیار ڈال دینے یا بصورتِ دیگر طاقت کے استعمال کی پیش

کش کی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ میرے منصوبۂ امن میں جنگ کے طریقے کو قطعی ترک کرنے، تنازعہ کشمیر کو سلامتی کونسل کی رہنمائی میں پُرامن طریقے سے حل کرنے اور دیگر تمام تنازعات کو حکم سے طے کرانے کی تجاویز شامل ہیں۔ موخر الذکر تجویز آپ کے آئین کے مطابق ہے۔ آپ کے آئین میں بین الاقوامی تنازعات کو اس بنیادی اصول سے طے کرنے کی پالیسی شامل ہے۔

میرا منصوبۂ امن بھارت پر کوئی ایسی ذمہ داری عائد نہیں کرتا جسے پاکستان ماننے کو تیار نہ ہو اور نہ اس میں کہا گیا ہے کہ دونوں اپنے اپنے دعوؤں کے آخری جج بن جائیں۔ اگرچہ آپ نے اس معاملہ میں خط و کتابت کا دروازہ بند کردیا ہے امن و دوستی کی یہ پُرخلوص اور جائز پیشکش آپ کی منظوری کیلئے موجود ہے۔ اس معاملہ میں ہر دوسرے معاملہ کی طرح میں کسی بھی غیر جانبدار شخص کے فیصلہ کو ماننے کیلئے تیار ہوں۔

استاد اور شاگرد پاکستان میں

محمد علی جناح اور خان لیاقت علی خان دو ہی شخصیتیں ایسی تھیں جن پر پاکستان کو فخر ہے اور جنہوں نے اس کی تاریخ بنائی۔ ایک سورج تو دوسرا چاند۔ ایک قائداعظم تو دوسرا قائد ملت۔ ایک بانئ پاکستان تو دوسرا معمارِ پاکستان۔ ہر لمحہ ہمیں یہی دونوں استاد اور شاگرد کے روپ میں دکھلائی دیتے ہیں جس کا مختصر سا خاکہ دیکھنے کے بعد اندازہ ہو جائے گا کہ کس طرح عملی طور پر لیاقت علی خان قائداعظم محمد علی جناح کے شاگرد رہے اور پاکستان کو فروغ دینے میں استاد کا ہاتھ بٹایا۔

۱) قائداعظم کی ہمہ گیر قوتوں نے مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کیا اور جس عزم کے تحت ایک آزاد مملکت دنیا کے نقشہ پر پاکستان کی شکل میں پیش کیا اس میں عمل کی روح قائد ملت نے پھونکی۔ پاکستان کی سلمیت برقرار رکھنے کیلئے اس کو ہر طرح منظّم اور مضبوط بنا دیا۔

۲) جس طرح لاکھوں افراد جنہوں نے پاکستان کے قیام و بقا کیلئے اپنے دنیاوی مال و متاع اور عزیز و اقارب کو قربان کیا اور پاکستان میں قائداعظم کی آنکھوں کے

تارے بنے اسی طرح قائد ملت کے نزدیک بھی مسئلۂ مہاجرین دفاع کے بعد اہم ترین تھا اور آخر وقت تک وہ ان کی بھلائی اور بہتری کیلئے کوشاں رہے۔

۳) قائداعظم کی دلی خواہش تھی اور زندگی میں جس کیلئے جدوجہد کرتے رہے کہ مسلمان معاشرت' تہذیب' اقتصادیات اور تعلیمات کے اعتبار سے علیحدہ پروقار اور باعزت زندگی بسر کریں۔ قائد ملت کی زندگی سے بھی ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ انہوں نے قائداعظم کی خواہشات پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں کو آزادی کا مفہوم ذہن نشین کرایا اور ان کو فرض شناس بنا دیا۔

۴) قائداعظم تعلیم کو عام بنا کر ملک سے ناخواندگی دور کرنا چاہتے تھے اور اردو زبان کو سرکاری اور قومی زبان بنانا چاہتے تھے۔ قائد ملت لیاقت علی خان بھی اسی نظریے پر قائم رہے اور باوجود انتہائی مخالفتوں کے اردو کو اس کی حقیقی جگہ دینے کیلئے جان توڑ کوشش کرتے رہے۔

۵) قائداعظم صحتِ عامہ کے انتظامات وسیع پیمانہ پر دیکھنا چاہتے تھے' لیاقت علی نے اسے عملی جامہ پہنایا اور اس سلسلے میں غیر ممالک کی خدمات بھی حاصل کیں۔

۶) قائداعظم ملک کے اندرونی نظم و نسق کو معیاری اور مثالی بنا رہے تھے تو لیاقت علی نے اسے مکمل کر دیا۔ جس کی مثالیں پیچھے صفحات میں موجود ہیں۔

۷) اگر خارجہ سیاست میں قائداعظم پاکستان کو پروقار اور طاقتور بنانے کی جدوجہد میں لگے تھے تو لیاقت علی نے بھی سیاسیاتِ عالم کو اپنی سیاست کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا۔ جس کا ثبوت لندن میں کامن ویلتھ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس میں مل جائے گا۔ لیاقت علی خان اس وقت تک اس میں شامل نہ ہوئے جب تک پروگرام میں مسئلۂ کشمیر بھی نہ شامل کر لیا گیا۔

۸) قائداعظم کو فکر تھی کہ پاکستان کی فوج دنیا کی فوجوں میں ممتاز ہو۔ قائد ملت نے اس فکر کو دور کر دیا اور آج پاکستان کی فوج دنیا کی بہترین فوجوں میں شمار کی جاتی ہے۔

۹) قائداعظم کا مشن تھا کہ عہدِ جدید میں اسلام کا جھنڈا تمام دنیا میں بلند کیا جائے اور برصغیر ہندو پاکستان کے مسلمانوں کو آزاد، خودمختار اور ترقی یافتہ قوم بنایا جائے قائد ملت اس نظریہ کو لے کر آگے بڑھے اور آج ہمیں قائل ہونا پڑتا ہے کہ یہ مشن کافی حد تک کامیاب ہے۔ جو لوگ اسلامی بلاک بنانے کے متمنی ہیں انشاء اللہ جلد ہی یہ ایک منظّم اور طاقتور بلاک بن جائے گا جو دنیا کے مسلمانوں کے امن اور بہبودی کا ضامن ہوگا۔

۱۰) قائداعظم کی اہم خصوصیت یہ تھی اور جس پر عمل پیرا رہ کر ہمیشہ کامیاب رہے کہ نہ تو باطل کے آگے کبھی گردن جھکائی اور نہ کبھی اپنی مملکت کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اغیار کے فیصلہ کا انتظار کیا۔ قائد ملت نے بھی یہ خصوصیت اپنالی تھی جس کا ثبوت ہمیں دو جگہ ملتا ہے۔ اول تو جب ساری دنیا نے سکے کی قیمت گرادی مرحوم نے قیمت میں باوجود مخالفتوں کے کوئی فرق نہ آنے دیا۔ دوسرے کشمیر کے مسئلہ پر بھارت کی بندر بھبکیوں سے مرعوب نہ ہوئے اور کشمیریوں کو ان کا حق دلانے پر اڑے رہے۔

۱۱) قائداعظم نے شاندار پاکستان بنانے کیلئے اپنی صحت ختم کر دی اور ہم سے جدا ہو گئے تو قائد ملت بھی قوم پر قربان ہو گئے۔ عیدِ قرباں کے موقع پر قوم کے نام انہوں نے جو پیغام دیا تھا اس پر خود عمل کر کے دکھلا دیا۔ ان کا پیغام تھا: ”عید قربان ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثالی قربانی کی یاد دلاتی ہے اور آج جبکہ

ہم ایک نازک صورتِ حال سے دوچار ہیں وہ ہمارے لئے بڑا سبق دیتی ہے۔اس موقع پر جو قربانی ہمیں دینی ہے وہ اس بات کی علامت ہوگی کہ ہم حق و انصاف کیلئے اپنے تمام ذاتی مفاد کو قربان کر سکتے ہیں۔ ایک مضبوط اور شاندار پاکستان کے نصب العین کو ہم اس وقت حاصل کر سکیں گے جب ہم عیدِ قرباں کی روح کو سمجھ لیں اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔''

مختصر یہ کہ لیاقت علی نے شاگرد کی حیثیت سے بے باک صداقت' جوشِ عمل اور پرعزم اقدام کے ساتھ اپنے استاد قائداعظم محمد علی جناح کی رفتار' گفتار اور کردار کو اپنایا تھا اور مملکتِ پاکستان میں وہ جوش' ولولہ' عملی قوت اور جذبۂ ملی پیدا کر دیا تھا جس کی مثال دنیا کے پردے پر نہیں۔ آج ہمیں پھر اسی استاد کا دامن تھامنا ہے اور پھر اسی سبق کو دہرانا ہے۔ اور اس طرح کہ دنیا لرز اٹھے اور ہماری پرانی روایات کی شان عملی طور پر دیکھ کر سرِ تسلیم خم کر دے۔ ''پاکستان پائندہ باد''

ایک یادگار تقریر

قدرت نے لیاقت علی خان کو جو قابلِ رشک صلاحیتیں عطا کی تھیں انہی میں سے ایک اندازِ تقریر بھی ہے۔ اور بلاشبہ قائداعظم کے بعد ان سے بہتر مقرر سرزمین ایشیاء میں نہیں دکھلائی دیتا۔ شہنشاہِ ایران نے بھی ان کی تقریر سُن کر کہا تھا۔ ''میرے عزیز انریبل وزیراعظم! آپ نے مجھے بہت متاثر کیا۔'' یہ ان کی قوت گویائی کا ہی اثر تھا کہ وہ اتنے ہر دل لعزیز تھے۔ تقریر سے ذہانت ولیاقت کا اندازہ ہوتا اور ایسا محسوس ہوتا گویا منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ تقرروں میں طنز اور ظرافت ایک خاص انداز اور لطف پیدا کرتی جس کی وجہ سے ان کا مقصد باآسانی حل ہو جاتا۔ ان کی آواز کے زیر و بم کے ساتھ ساتھ عوام کے دلوں میں بھی وہی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ اگر مرحوم کے الفاظ پر جوش نکلتے تو عوام کے بھی جوش و ولولہ کے سمندر میں ایک ایسا طوفان نظر آتا کہ لوگ سروں سے کفن لپیٹے دکھلائی دیتے۔ دفاع پاکستان کے خونی حلف نامے تحریر کر دیئے جاتے۔ چناچہ مرحوم کی ۲۹ء جولائی ۱۹۵۱ء والی راولپنڈی کی تقریر کا یوں جواب ملتا ہے کہ: ''ہم اپنی خدمات پاکستان کے حوالے کرتے ہیں۔ اور اس بات کا حلف اٹھاتے ہیں کہ بھارت کی

ہر جارحانہ کارروائی کا منہ توڑ جواب دینے کیلئے بلا وضعہ ہر محاذ پر لڑیں گے۔''

بہر حال قائد ملت کی ہزاروں تقریریں ہیں جو توجہ کی مستحق ہیں لیکن ان میں سے چونکہ کافی احساسات اس کتاب میں پیش کئے جاچکے ہیں اور پھر ساری تقریریں خود ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کرسکتی ہیں اس لئے اس کتاب میں صرف ان کی ایک یادگار تقریر پیش کی جاتی ہے جو انہوں ۱۵ اگست ۱۹۵۱ء کو جہانگیر پارک میں یوم استقبال پاکستان کے جلسہ میں کی تھی۔ اور جس کی دل ہلا دینے والی گرجتی ہوئی آواز اب بھی کانوں میں آتی ہے کہ: ''پاکستان کی بقا کیلئے اگر قوم کو خون بہانا پڑا تو اس میں لیاقت کا خون بھی شامل ہوگا۔''

وزیراعظم کی تقریر:

''آج ہمیں آزادی حاصل کئے ہوئے پورے چار برس گزر چکے ہیں۔ چار برس ایک قوم کی زندگی میں ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے کسی انسان کی زندگی میں چار لمحات۔ جب سے پاکستان عالم وجود میں آیا ہے ہمیں مختلف دشواریوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مگر خدا کا فضل ہے کہ پاکستانی قوم نے ہر وقت اور ہر دشواری کا مقابلہ مکمل کامیابی سے کیا۔ آج پاکستان کے سامنے ایک اور مرحلہ درپیش ہے یعنی بھارت نے پاکستان کو مرعوب کرنے کیلئے اپنی تمام فوجیں پاکستان کی سرحدوں پر جمع کر دی ہیں۔ مگر بھارت کے نادان لیڈر یہ نہیں سمجھتے کہ ہم مسلمان خدا کی ذات کے سوا کسی اور قوت سے کبھی مرعوب نہیں ہو سکتے۔ تاریخ کے اوراق اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں کہ

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

اس نازک مرحلہ میں پاکستانی قوم نے جس عقیدت، محبت اور جس اعتماد کا ثبوت دیا ہے میں حیران ہوں کہ اس کا شکریہ کس طرح ادا کروں۔ میرے پاس روزانہ ہزاروں کی تعداد میں خطوط اور تار پاکستان کے گوشہ گوشہ سے بلکہ دنیا کے ان علاقوں سے جہاں پاکستانی آباد ہیں آ رہے ہیں۔ ان میں بڈھے بھی، جوان بھی، عورتیں بھی ہیں اور مرد بھی ہیں اور یہی نہیں بلکہ ان میں ہندو، مسلمان، عیسائی اور پارسی پاکستان کے سب فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔ پاکستانیوں کے اس خلوص کو دیکھ کر میں حیران ہوں کہ قوم کو اس محبت اور اعتماد کے بدلے میں کیا دوں۔ میں صرف پاکستانی قوم کے ساتھ ایک وعدہ کر سکتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ: ''جب پاکستان کی حفاظت، بقاء اور عزت کیلئے قوم کو خون بہانا پڑا تو لیاقت علی خاں کا خون اس میں شامل ہوگا''۔

جہاد کا مفہوم:

پنڈت نہرو کے ساتھ ان کی جو خط و کتابت ہوئی ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا: ''جب ہم نے یہ بتایا کہ بھارت نے اپنی تمام فوجیں ہماری سرحدوں پر جمع کر دی ہیں اور پنڈت نہرو سے کہا کہ آپ کا یہ عمل جارحانہ ہے تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہمارا یہ عمل دفاعی ہے۔ کیونکہ پاکستان میں ان دنوں جہاد کا ذکر ہو رہا ہے اور کشمیر پر حملہ کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اگر میں پنڈت نہرو کی جگہ پر ہوتا تو پاکستان کے اس اعلان سے مطمئن ہو جاتا کہ پاکستان میں صرف جہاد کا ذکر ہو رہا ہے جنگ کا پروپیگنڈہ اور تیاری نہیں ہو رہی ہے۔'' کیونکہ جہاد انصاف اور سچائی کے اصولوں کی سربلندی کیلئے کیا جاتا ہے اور جنگ ملک گیری کیلئے لڑی جاتی ہے۔ جب پندت نہرو نے دیکھا کہ پاکستان کے

لوگ کشمیری مسلمانوں کو ان کا حق اور انصاف دلانے کیلئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کا عہد کر رہے ہیں تو انہوں نے گھبرا کر اپنی نوے فیصدی فوج ہماری سرحدوں پر جمع کر دی۔

جنگ کون چاہتا ہے:

دنیا جانتی ہے کہ بھارت کے ذمہ دار لیڈروں اور اخبارات پاکستان کو بھارت میں شامل کرنے کیلئے دن رات پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود پاکستان کا کوئی لیڈر یا اخبار ایسا ہے جس نے کبھی یہ کہا ہے کہ بھارت پر حملہ کر دیا جائے۔ اگر دونوں ملکوں کے حالات کا موازنہ کیا جائے تو ظاہر ہو جائے گا کہ جنگ کا کون خواہاں ہے۔ پنڈت نہرو کا جب یہ عذر بھی کسی کو متاثر نہ کر سکا تو انہوں نے ایک عجیب الزام تراشا اور وہ یہ کہ پاکستان نے اپنا ایک بریگیڈ راولکوٹ میں بھیج دیا تھا جس کا مقصد پونچھ پر حملہ کرانے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ پنڈت نہرو اس کو بخوبی جانتے ہیں کہ یہ بریگیڈ معاہدۂ التوائے جنگ کے بعد سے راولکوٹ میں موجود تھا۔ جسے ہم نے آرام دینے کیلئے آزاد کشمیر سے پاکستان واپس بلا لیا تھا۔ جون میں اسے واپس بھیج دیا گیا تھا۔ ہمارا یہ عمل کسی سے پوشیدہ نہیں کیونکہ ہم نے اس بریگیڈ کی نقل و حرکت کی اطلاع اقوامِ متحدہ کے مشاہدوں کو دے دی تھی۔

بھارت کی جو فوج اسوقت کشمیر میں غاصبانہ قبضہ کئے ہوئے ہے اس کے مقابلہ میں آزاد کشمیر کے علاقہ میں ہماری فوج اس کی ایک تہائی کے برابر بھی نہیں اور اگر اس صورت میں پاکستان ایک کی بجائے دو بریگیڈ بھیج دیتا تو بھی حملہ کرنے کی گنجائش نہیں نکل سکتی تھی۔ مگر بھارت کے نادان لیڈروں کو کون سمجھائے کہ کوئی

ذی عقل ان کی ایسی چالوں سے متاثر نہیں ہو سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ بھارت کی فوجوں کا یہ اجتماع ایک جارحانہ عمل ہے۔

پنڈت جی ان دنوں روز تقریریں کرتے ہیں اور پاکستان کی خرابیاں گناتے رہتے ہیں۔ مختصراً وہ کہتے ہیں کہ پاکستان کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جنگ کا اعلان پنڈت جی کر رہے ہیں یا میں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ کشمیر کے چالیس لاکھ عوام کو یہ حق دیا جائے کہ وہ آزادانہ اور منصفانہ طریقے سے اپنے مستقبل کا فیصلہ کر لیں۔ مگر پنڈت جی اپنی تمام فوجیں ہماری سرحد پر لا کر ڈال دیتے ہیں۔ اس کے بعد پنڈت جی ایک اور چال چلتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پاکستان کے عوام بہت اچھے ہیں مگر ان کے لیڈروں میں تمام خرابیاں موجود ہیں۔ بھائیو! خدا کی ذات ہی ایسی ہے جس میں کمزوریاں نہیں ہیں۔ ہاں' پاکستان کے لیڈروں میں ایک بات نہیں' وہ مکار نہیں' ان کو ہوسِ ملک گیری نہیں''۔ آج پاکستانی قوم ان کے لیڈروں اور حکومت میں جو اتحادِ خیال اور اتحادِ عمل پایا جاتا ہے وہ دنیا کے کسی ملک میں نہیں مل سکتا۔ یہ میرا چیلنج ہے' اسے کوئی بھی قبول کر سکتا ہے۔ مگر پاکستانی بھائیو! جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں پنڈت نہرو نادان ہیں۔ وہ اس قسم کی تقریروں اور بیانات سے ہمارے اتحاد' استقلال اور عزم کو کمزور نہیں کر سکتے۔ پاکستانی جانتے ہیں کہ ان کا حفاظتی ہتھیار ان کا ایٹم بم ''اتحاد' استقلال اور عزم'' ہے اور جب تک ان میں یہ خوبیاں موجود ہیں وہ دنیا کی کسی قوت سے متاثر نہیں ہو سکتے۔

جہاں تک جنگ کا تعلق ہے ہماری پوزیشن بالکل صاف ہے۔ ہم بھارت سے جنگ کرنا نہیں چاہتے۔ ہم کسی دوسرے ملک سے بھی جنگ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ کیونکہ ہمیں اسلام نے سچائی اور امن کا راستہ دکھایا ہے اور ہم اس پر چلتے

رہیں گے۔ مگر اس کے ساتھ میں پھر اس اعلان کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں کہ امن کی خاطر ہم اپنی آزادی کو قربان نہیں کرینگے۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے موجودہ کشیدگی کو دور کرنے کیلئے پنڈت نہرو کو جو منصوبہ پیش کیا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے انہوے نے کہا: ''میرے اور پنڈت نہرو کے درمیان اس دوران میں برابر خط و کتابت ہوتی رہی اور دنیا جانتی ہے کہ میں نے انتہائی کوشش کی کہ ہمارے اختلافات پر امن طریقے سے طے ہو جائیں اور دونوں ملکوں کے تعلقات خوشگوار رکھنے کا ماحول پیدا ہو جائے۔ میں نے پنڈت نہرو کو اس سلسلہ میں ایک منصوبۂ امن بھی پیش کیا جو یہ تھا:

۱) بھارت کی فوجیں پاکستان کی سرحدوں سے ہٹالی جائیں۔ اسکے ساتھ ہم بھی اپنی فوجوں کو ان کے سابقہ مقامات پر بھیج دیں گے۔

۲) کشمیر کے متعلق ہم دونوں یہ اعلان کریں کہ اقوامِ متحدہ کی قراردادوں ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کے مطابق عمل کیا جائے گا اور اگر ان تشریحات کے متعلق کوئی اختلافِ رائے پیدا ہو جائے تو یہ مسئلہ حکم کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ تاکہ کشمیری عوام ایک آزادانہ اور غیر جانبدارانہ استصواب رائے عامہ کے ذریعہ یہ فیصلہ کرسکیں کہ وہ بھارت کے ساتھ شامل ہونا چاہئے ہیں یا پاکستان کے ساتھ۔

۳) ہمارے دوسرے تمام خواہ وہ نہروں کا مسئلہ ہو یا متروکہ جائدادوں کا ان کو باہمی گفت وشنید کے ذریعہ طے کرنے کی کوشش کی جائے اور اگر اس میں ناکامی ہو تو معاملات ثالث کے سپرد کر دیئے جائیں اور اگر اس میں بھی ناکامی ہو تو حکم کا فیصلہ لے لیا جائے۔

۴) اپریل ۱۹۵۰ء میں اقلیتوں کے تحفظ کا جو معاہدہ ہوا تھا اس پر پوری طرح

عمل کیا جائے اور دونوں ملکوں میں ایک دوسرے کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

۵) دنوں ملک یہ اعلان کریں کہ ہم اپنے اختلافات قوت کے ذریعے طے نہیں کرینگے اور ایک دوسرے کے خلاف کبھی جنگ نہیں کرینگے۔

میں نے یہ منصوبۂ امن پیش کیا مگر پنڈت نہرو نے اس کو بھی رد کر دیا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس منصوبہ میں پاکستان کیلئے کون سی رعایت رکھی گئی تھی۔ جو کچھ ہم بھارت سے کہتے تھے خود اس کی تکمیل کیلئے ہم تیار تھے پنڈت نہرو یہ سمجھتے ہیں کی یہ منصوبۂ امن بھارت کیلئے منصفانہ نہیں مگر دنیا کا فیصلہ پنڈت نہرو کی اس رائے کے خلاف ہے۔ میں نے جو منصوبۂ امن پورے اخلاص کے ساتھ پیش کیا ہے وہ غیر جانبدارانہ ہے اور میں اعلان کرتا ہوں کہ یہی ایک ذریعہ ہے جس کے ہوتے ہوئے پاکستان اور بھارت کے تعلقات خوشگوار رہ سکتے ہیں۔

قصۂ زمین برسرِ زمین:

بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ پنڈت جی کی دنیا صرف انکی ذات تک محدود ہے۔ وہ جو کہیں ٹھیک باقی سب غلط۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اپنے آپ پر بھی یقین نہیں۔ موجودہ خط وکتابت سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ان کی حرکت پر جو نتائج پیدا ہوں گے اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی۔ پنڈت جی کہتے ہیں اس کا فیصلہ تاریخ کرے گی۔ مگر ہم اس کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں کیونکہ ہم تو اس کے قائل ہیں کہ قصۂ زمین برسرِ زمین۔ ظاہر ہے کہ آج کی بات مورخ پانچ سو سال کے بعد لکھے گا تو اس وقت دنیا والے پنڈت جی کا کیا بگاڑ لیں گے اور اگر یہ ممکن ہو کہ کوئی تاریخ واں اس حقیقت کو لکھ رہا ہے کہ پاکستان صحیح راستے پر تھا اور پنڈت نہرو مورخ کے

اس فیصلہ کو اگلی دنیا میں پڑھ لیں تو وہ غالباً یہی کہیں گے کہ چونکہ مورخ میں نہیں تھا اس لیے اس فیصلہ کو ماننے کیلئے تیار نہیں۔

جب کسی قوم اور اس کے لیڈروں میں اس قسم کے خیالات سما جائیں کہ جو میں یا ہم کہیں وہ ٹھیک اور باقی سب غلط ہے تو اس قوم کا حال بھی وہی ہوتا ہے جو نمرود اور اس کی قوم کا ہوا تھا۔

پنڈت جی کی اور بھی سنیے: کہتے ہیں کشمیر کے مسئلہ میں امریکہ اور انگلستان پاکستان کی مدد کر رہے ہیں اور ان کا یہ رویہ غیر منصفانہ ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ امریکہ ہماری کیا مدد کرتا ہے۔ نہ تو ہمیں امریکہ نے دولت سے نوازا اور نہ ہی برطانیہ نے کوئی چیز مفت دی۔ یہ عجیب طرفداری ہے کہ امریکہ والے دو لاکھ ٹن غلہ جس کی قیمت ۱۰۰ کروڑ روپے ہوتی ہے وہ تو پنڈت جی کو دیں اور طرفداری ہماری کریں۔ یہ عجیب ماجرا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن بھارت کے گورنر جنرل تھے تو اس وقت پنڈت جی کہتے تھے کہ میرے حقوق مجھے نہیں ملے۔ ریڈکلف ایوارڈ سارا کا سارا بھارت کے حق میں ہوا اور پنڈت جی کہتے پھرے کہ برطانیہ پاکستان کی مدد کر رہا ہے۔ واقعہ دراصل یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس معقول دلائل نہ ہوں تو وہ نامعقولیت کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ برطانیہ ہو یا امریکہ دنیا کا کوئی بھی ملک ایسا نہیں جو پاکستان کو کشمیر کے مسئلہ میں حق پر نہ سمجھتا ہو۔

پنڈت جی کی تقریریں:

پنڈت جی ان دنوں جلسوں میں روز تقریریں کرتے رہتے ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ انہوں نے کون سی تقریر کہاں کی تھی۔ بہرحال انہوں نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ: "مجھے افسوس ہے کہ پاکستان میں آج کل ہنگامہ مچی

ہوئی نے "ہاں جی! آپ کے سورما جو ہماری سرحدوں پر آ گئے ہیں۔ ارے بھائی بھگدڑ ہوئی تو کیا پاکستانی سمندر میں چلے جائیں گے۔ خیر پنڈت جی کو اپنی قوم کا حوصلہ بڑھانا ہو تو اس کیلئے انہیں کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کرنا ہی پڑے گا۔ اگر پاکستان میں بھگدڑ مچ بھی جائے تو پنڈت جی کو فکر کیسی۔ ان کیلئے تو یہ خوشی کا مقام ہے۔ خیر اپنی قوم کا دل خوش کرتے رہیں۔

کشمیر کی جنگ:

پنڈت جی نے کل پارلیمنٹ میں کہا ہے کہ ہم کشمیر کی جنگ جیت گئے ہیں۔ پنڈت جی "دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے" کشمیر کی جنگ کوئی نہیں جیت سکتا۔ یہ جنگ صرف کشمیری عوام ہی جیت سکتے ہیں اور یہ جنگ اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتی جب تک وہاں کے باشندے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ استصوابِ رائے عامہ کے ذریعے یہ فیصلہ نہ کر دیں کہ وہ کدھر جانا چاہتے ہیں۔ جس روز کشمیری عوام یہ فیصلہ کریں گے اس روز پاکستان اس جنگ کو جیتے گا۔ کشمیر کے عوام کو آزاد کرانے انہیں ان کے بنیادی حقوق دلانے کیلئے ہم برابر کوشش کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور آج پھر دہراتا ہوں کہ ہم کشمیر کی سرزمین پر کشمیر کے چالیس لاکھ انسانوں پر بھارت کو بزورِ شمشیر قابض نہیں رہنے دیں گے۔ پاکستانیوں سے کہوں گا کہ اگر ایک دفعہ تم نے ناانصافی اور تشدد کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا' اگر ایک دفعہ بھی پاکستانی ظلم اور جبر کے سامنے جھک گئے تو پھر کسی روز تم پاکستان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھنا۔

دنیا جانتی ہے کہ ہم راہِ راست پر ہیں۔ ہم انصاف کے راستے پر چل رہے

ہیں اور انشاء اللہ انصاف اور راستی کی ہمیشہ فتح ہو گی۔

مشرقی بنگال کے ہندو:

آپ نے دیکھا ہو گا کہ بھارت کے لیڈر اور اخبارات بار بار یہ کہہ رہے ہیں کہ مشرقی پاکستان میں ہندوؤں کی حالت خراب ہے۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ قطعی جھوٹ ہے۔ میرے اور پنڈت نہرو کے درمیان اپریل ۱۹۵۰ء میں اقلیتوں کے تحفظ کے متعلق معاہدہ ہوا تھا۔ اس وقت سے لے کر آج تک پاکستان میں ایک بھی فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوا۔ کیا پنڈت نہرو بھی اسی قسم کا دعویٰ کرنے کی جرات کر سکتے ہیں کہ ان کے ملک میں اس معاہدہ کے بعد اقلیتوں کے ساتھ برا سلوک نہیں کیا گیا۔ پنڈت نہرو پر اس معاہدہ کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

پنڈت نہرو اور دوسرے لیڈروں کو یہ معلوم نہیں کہ ان کی ایسی غلط بیانیوں سے مشرقی بنگال کے ہندوؤں کے دلوں میں وسوسے پیدا ہو رہے ہیں جو پاکستان کی اقلیتوں کیلئے مناسب نہیں۔ مگر ہندوستان کے نیتا ہیں کہ برابر کہے جا رہے ہیں مگر انہیں خبر نہیں کہ جن کی حفاظت کا وہ دعویٰ کرتے ہیں ان کے ایسے بیانات بہت برے نتائج کے حامل ہو سکتے ہیں۔

اسلامی مملکت:

ہم پر اقلیتوں کے حقوق ہیں اور اسلام نے ہمیں سکھایا ہے کہ اقلیتوں کے ساتھ کس طرح سلوک کرنا چاہئے اور جب تک پاکستان اسلامی اصولوں پر قائم رہے گا۔ ہم اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور برابری کا برتاؤ کرتے رہیں گے۔

پنڈت نہرو یہاں نہیں بلکہ ہر ملک میں جا کر کہتے ہیں کہ پاکستان اسلامی ملک بننا چاہتا ہے۔ میں آج پھر اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان کو اسلامی اصولوں پر قائم کیا جائے گا کیونکہ اسلام کے اصول دنیا کے بہترین اصول ہیں۔ ہمیں اس میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی بلکہ ہم تو اس پر فخر کرتے ہیں کہ ہم پاکستان کو اسلامی اصولوں کی بنیاد پر چلانا چاہتے ہیں۔

ہمارا ایمان:

میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم نے تو اس سے بڑی بڑی دشواریوں کا مقابلہ کیا ہے۔ اب ہمیں ایسی مشکلات سے نہیں گھبرانا چاہئے۔ کیونکہ جب تک مسلمانوں میں یہ اعتقاد اور ایمان زندہ ہے کہ خدا نے موت کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے تو یہ پھر نوے فیصدی فوج کیا اگر بھارت کے سارے باشندے بھی توپیں اور بندوقیں لے کر چلے آئیں تو ہمیں کوئی فکر نہیں ہو سکتی۔

مگر ہمیں اس کے ساتھ ساتھ ہر مرحلے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ ہم کو اپنی حفاظت کا پورا سامان کرنا چاہئے کیونکہ ایسے لوگ جن کے اعمال ناموں میں جوناگڑھ، حیدرآباد اور نیپال لکھے ہوئے ہوں ہم ان پر اعتبار کر کے نہیں بیٹھ سکتے۔ ہمیں پورے طریقہ سے اپنے دفاع کی تیاری کرنی چاہئے۔ لہٰذا حکومت کی طرف سے شہری دفاع کے سلسلے میں جو تجویز پیش کی جائے اس کی تکمیل کیلئے حکومت کی پوری طرح مدد کیجئے۔ ہر شخص کو اپنا کام پورے اطمینان کے ساتھ کرنا چاہئے۔ آپ آج اپنے دل و دماغ سے سارے تفکرات نکال دیجئے کیونکہ آپ کے سارے تفکرات میں نے اپنے دل و دماغ میں لے لئے ہیں۔ آپ اپنا کام کرتے رہے

اور یہ سوچئے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جنگ فوجوں سے نہیں لڑی جاتی ملک کا ہر ایک باشندہ اس میں حصہ لیتا ہے۔ لہٰذا جو بھی کام وہ کر رہا ہو وہ اسی کو انجام دیتا رہے۔

تاجروں سے خطاب:

اس موقع پر میں تجارت پیشہ حضرات سے بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ ابھی تک ہمارے ملک میں ایسی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی مگر ایسے مواقع پر لوگ مال کی بلیک مارکیٹنگ شروع کر دیتے ہیں۔ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ایسا فعل قوم کے ساتھ غداری ہے اور ہم اس کو برداشت نہیں کریں گے مگر اس کے ساتھ مجھے امید ہے کہ تاجر ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے جس سے مجبور ہو کر حکومت کو کوئی ناخوشگوار قدم اٹھانا پڑ جائے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ داشتہ آید بکار۔ اس کو لکھ کر جیب میں ڈال لیجئے اور وقت آنے پر نکال کر پڑھ لیجئے۔ کشمیر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہاں چونکہ مسلمانوں کی اکثریت ہے اس لئے اس کو پاکستان میں شامل ہونا چاہئے۔ مگر پنڈت جی کہتے ہیں کہ یہ بالکل غلط ہے۔ ہم نے یہ اصول کبھی تسلیم ہی نہ کیا۔ برصغیر کی تقسیم جس اصول پر ہوئی تھی آج اس کے چار برس بعد کہتے ہیں کہ ہم نے یہ اصول ہی کبھی تسلیم نہیں کیا۔ مگر جو بات ہم نے کشمیر کے متعلق کہی ہے وہ کوئی ایسی نہیں جو پنڈت نہرو نے خود نہ کہی ہو اور یہ بھی تو ایک بڑی مصیبت ہے پنڈت جی کو انہی کی باتیں یاد دلانی پڑتی ہیں۔ ۸ نومبر کو انہوں نے مجھے تار دیا جس میں ریاستوں کے الحاق کے متعلق خود انہوں نے اپنے موقف کا اعلان کیا تھا۔ پنڈت جی نے کہا تھا کہ ایسی ریاستیں جن کا حکمراں اس مذہب کا نہ ہو جس مذہب سے اس کے باشندوں کی اکثریت تعلق رکھتی ہو اور وہ

ایسے ملک سے الحاق کرے جس کی اکثریت اس کی ریاست کے باشندوں کی اکثریت کے مذہب سے تعلق نہ رکھتی ہو تو اس الحاق کو تسلیم نہ کیا جائے۔ پنڈت نہرو کی یادداشت کمزور ہو سکتی ہے اس لئے انہیں ہر موقع پر یاد دلایا گیا۔ آپ نے انہیں اصولوں پر حیدرآباد اور جوناگڑھ میں اپنی فوجیں بھیج دیں مگر جب کشمیر کا سوال آیا تو حکمراں ہندو اور رعایا مسلمان، تو پنڈت جی نے وہاں بھی اپنی فوجیں بھیج دیں۔ میں کہتا ہوں کہ پنڈت جی آپ نے ایک جگہ تو غلطی کی ہوگی۔ تینوں مرتبہ تو آپ صحیح نہیں ہو سکتے۔ پنڈت جی اپنی بات خود نہیں مانتے تو میری کیا مانیں گے۔

گزشتہ سال کی کارگزاری:

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اس موقع پر قوم کے سامنے وہ تمام باتیں پیش کیا کرتا ہوں جو حکومت نے گزشتہ سال میں کی ہیں۔ اس مرتبہ مجھے اس مسئلہ پر بہت زیادہ وقت صرف کرنا پڑا اگر میں مختصراً گزشتہ سال کے کچھ حالات کا خاکہ آج بھی پیش کرتا ہوں۔ جہاں تک دوسرے ممالک سے ہمارے تعلقات کا سوال ہے ماسوا بھارت اور افغانستان کے ہمارے تعلقات دنیا کے سب ملکوں کے ساتھ خوشگوار ہیں۔ جہاں تک مسلم ممالک کا تعلق ہے ہماری یہ پالیسی رہی ہے کہ ہمارے تعلقات برادرانہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دن بدن مسلم ممالک سے ہمارے تعلقات استوار تر ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم اب تک شام، ترکیہ، ایران اور انڈونیشیا سے دوستی کے معاہدے طے کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ مصر، سعودی عرب اور یمن کے ساتھ بھی معاہداتِ دوستی طے کئے جا رہے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ تمام مسلم ممالک قریب سے قریب تر ہو جائیں کیونکہ اس پُر آشوب زمانے میں اگر ہم پُر امن طریقہ سے زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو یہ دوستی ناگزیر ہے۔ ہم

سب مسلم ممالک پر ایک فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسولؐ کا پیغام صحیح طریقے سے عملی جامہ پہنا کر دنیا کے سامنے پیش کریں۔

مجھے افسوس ہے کہ افغانستان کے ساتھ ہمارے تعلقات خوشگوار نہیں ہیں۔ مختلف طریقے سے اشتعال دیئے گئے مگر ہم نے کبھی صبر اور سکون کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ہمیں اس کا بہت افسوس ہے کیونکہ افغانستان ایک ملک ہونے کے علاوہ ہمارا ہمسایہ بھی ہے۔ یہ وہاں کے حکمرانوں کی تنگ نظری ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف معاندانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں مگر وہاں کے باشندے پاکستان کے دوست ہیں اور پاکستان سے محبت کرتے ہیں۔ افغانستان کے حکمران اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ میں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ جہاں تک اقوامِ متحدہ کا تعلق ہے ہم نے وہاں بھی مسلمان ممالک کی آزادی کیلئے جدوجہد کی۔ لیبیا اور شمالی لینڈ کو آزاد کرانے میں پاکستان کا ایک بہت بڑا حصہ ہے۔ مسلمان ملکوں کے ساتھ ہماری یہ ہمدردیاں زبانی نہیں۔ ہم نے اپنی دشواریوں کے باوجود فلسطین کے عرب مہاجرین کی امداد کیلئے اقوامِ متحدہ کے فنڈ میں دس لاکھ چھیالیس ہزار روپیہ دیا ہے۔

دفاع:

قائداعظم نے چار برس ہوئے ہماری افواج کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ''آپ نے بہت سی جنگیں لڑی ہیں اور معرکے سر کئے ہیں۔ اب آپ کو ملک کے دفاع اور پاکستان میں اسلامی سوشلزم اور انصاف کے تحفظ کا کام سپرد ہوا ہے۔'' مجھے خوشی ہے کہ ہماری افواج اس ہدایت پر عمل کررہی ہیں۔ وہ اپنا دن رات ایک کر کے پاکستان کے مصائب اور دشواریوں کا مقابلہ کررہی ہیں۔ جب پنجاب میں سیلاب آیا تھا تو آپ کو معلوم ہے کہ ہماری افواج نے کس قدر شاندار

خدمات انجام دی تھیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری افواج قومی ہیں، ان کا عزام پاکستان کی مدد کر کے اسے مضبوط بنانا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ پاکستان کی افواج میں افسروں کی بہت کمی تھی آج اس قلیل مدت میں ہمارا کمانڈر انچیف اور جتنے بھی دوسرے بڑے عہدیدار ہیں وہ سب مسلمان ہیں۔ بحری فوج میں سوائے کمانڈر انچیف کے سب اعلیٰ عہدیدار مسلمان ہیں۔ جہاں تک فضائی فوج کا تعلق ہے اس میں بھی برابر ترقی ہو رہی ہے۔ آپ کو بتادوں کہ جب برصغیر کی تقسیم ہوئی تھی تو پاکستان کو صرف چار ہوائی جہاز ملے تھے اور اب اس میں بھی بہت ترقی کر چکے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس مرتبہ پریڈ کے موقع پر میں نے آپ کو ہوائی جہاز کیوں نہیں دکھائے۔ یہ غلط اصول ہے ایسے نازک وقت پر ہم اپنی سب چیزیں ایک ہی جمع کر کے نہیں رکھ سکتے۔ ہمارے مشن دوسرے ممالک میں بھی گئے۔ ایک فوجی مشن ایران گیا۔ ایران کے ساتھ ہمارے تعلقات انتہائی خوشگوار اور برادارانہ ہیں۔ ترکی کا ایک فوجی مشن ہندوستان بھی آیا تھا اور یہ ربط برابر جاری ہے۔ جہاں تک ہماری فوج کا تعلق ہے وہ پاکستان کی حفاظت، عزت اور بقا کیلئے دشمن کے خون کا آخری قطرہ بہا دینے کیلئے ہر وقت تیار ہے۔

مہاجرین:

جہاں تک مہاجرین کے مسئلے کا تعلق ہے گزشتہ ایک سال میں کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہے مگر بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ اگر ہمارے سامنے صرف یہی مسئلہ ہوتا کہ جو مہاجرین پاکستان آگئے ہیں انہیں کو بسانا ہے تو یہ مسئلہ کب کا حل ہو چکتا۔ مگر یہاں تو مہاجرین کی آمد کا سلسلہ جاری ہے۔ گزشتہ اٹھارہ مہینے میں کھوکھرا پار کے راستے تین لاکھ مہاجرین راستے کی ناقابلِ برداشت مصیبتیں جھیل کر پاکستان آچکے ہیں۔

میں نے پنڈت نہرو سے اس مسئلہ کے متعلق بھی کہا تھا کہ یہ سینکڑوں لوگ جو جنگل اور صحرا کی مصیبتیں جھیل کر پاکستان آتے ہیں وہ صرف کراچی کی تفریح کیلئے نہیں آتے ان کی زندگی بھارت میں دشوار بنائی جاتی ہے۔ اس وقت مشرقی بنگال میں بھی دس لاکھ مہاجروں کو آباد کرنے کا مسئلہ ہمارے سامنے ہے۔ اب تک مرکزی اور صوبائی حکومتوں نے مختلف طریقے سے مہاجرین کی آبادکاری پر ۲۸ کروڑ روپے خرچ کئے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب ہم خاموش ہو جائیں بلکہ ہم تو تہیہ کر چکے ہیں کہ پاکستانی اصلی معنوں میں اس وقت تک مضبوط نہیں ہو سکتا جب تک ہر مہاجر کی آبادکاری نہ ہو جائے۔ بہرحال گزشتہ سال کے مقابلہ میں کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہے اور آپ یقین رکھئے کہ اگر خدا نے چاہا تو یہی جھونپڑیاں تمہارا لئے ایک دن محل بن جائیں گی۔

اقتصادی حالت:

جب پاکستان بنا تھا تو بھارت میں ہمارے دوست کہا کرتے تھے کہ کیا پاکستان جا کر ریت پھانکو گے۔ مگر حالات نے کچھ اور ہی بتایا ہم تو ریت نہیں پھانک رہے بلکہ بھارت میں ہمارے دوست پتھر ضرور چاٹ رہے ہیں۔

دنیا اس بات کو مانتی ہے کہ اقتصادی میدان میں پاکستان نے جو ترقی کی ہے اس کی مثال مشکل ہی سے ملے گی۔ مگر ہمارے بھارتی دوست تو ہر موقع پر چلتی گاڑی میں روڑا اٹکاتے رہتے ہیں۔ سکے کی قیمت کا سوال تھا تو بھارت نے ہمارے سکے کی قیمت کم کرانے کیلئے ہر ممکن کوشش کی۔ بھارت کے ہندو لیڈر ہمیشہ یہ غلطی کرتے ہیں کہ وہ ہر چیز کو مادی نظریات سے تولتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ خدا نے ہر چیز میں انسان کا حصہ ضرور رکھا ہے۔ پاکستانی قوم اس سلسلے میں دوسروں

سے مختلف واقع ہوئی ہے۔ وہ تو اس کی قائل ہے کہ جان جائے مگر آن نہیں جائے گی اور ہوا یہ کہ نہ تو ہماری جان گئی اور نہ آن۔ مگر دوسروں کی جان بھی گئی اور آن سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسی طرح بینکنگ کے شعبے نے بھی پاکستان نے شاندار ترقی کی ہے۔ ملک کی صنعتی ترقی کے بغیر عوام کی حالت بہتر نہیں بن سکتی۔ صوبوں کی ترقی کیلئے بھی بہت سی رقمیں دی گئی ہیں۔ جہاں تک پلاننگ اور اسکیموں کا تعلق ہے وہ آپ کو وزراء صاحبان بتائیں گے۔ میں تو گزشتہ سال کی کارگزاری سے مطلع کر رہا ہوں۔ مختصراً یہ کہ ہم نے جو ترقی گزشتہ سال میں کی ہے گھنٹوں میں اس کا ایک حصہ بھی پیش کرنا مشکل ہے۔ مگر ابھی ابتدا ہے اور ہمارے سامنے ایک وسیع میدان عبور کرنے کا مرحلہ ہے۔ اگر ہم پاکستان کو عظیم الشان ملک بنانا چاہتے ہیں جیسا کہ قائداعظم کی خواہش تھی تو ہمیں مادی ترقی کے ساتھ روحانی ترقی بھی کرنی پڑے گی۔ ہم پاکستانیوں کو دنیاوی اور دینی ترقی کے راستے پر چلنا پڑے گا۔

بھارت کے لوگ پاکستان کو برا کہتے ہیں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ پاکستان چھ مہینے بھی زندہ نہیں رہے گا۔ مگر اب پاکستان کی ترقی کو دیکھ کر وہ پریشان ہو رہے ہیں اور ہمارے لئے ہمیشہ نئی نئی مشکلات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ مگر ان کیلئے انگریزی کا یہی مقولہ کافی ہے کہ ''کتے بھونکتے رہیں گے مگر قافلہ چلتا رہتا ہے۔'' کتے بھونکتے رہیں گے مگر پاکستان کا قافلہ چلتا رہے گا اور یہ قافلہ کیوں نہ بڑھے جبکہ:

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا

آخر میں پھر آپ سے یہی کہوں گا کہ آپ بالکل نہ گھبرائیں کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ انصاف، سچائی اور انسانیت جیسی نعمتیں ہمارے ساتھ ہیں، جب تک ہم منظم ہیں، مستقل مزاج ہیں ہمیں دنیا کی کوئی قوت نقصان نہیں

پہنچا سکتی۔

وزیراعظم کا مُکّا:

لیاقت علی خان نے جب اپنا مُکّا اٹھایا اور آواز بلند کرتے ہوئے کہا: قوم کا استقلال زندہ باد' قوم کا جذبۂ عمل زندہ باد' قوم کا عزم بالجزم زندہ باد' قوم کا اتحاد زندہ باد۔ ملک کے کروڑوں شہریوں نے بھی اپنے محبوب رہنماؤں کے ساتھ زندہ باد کے نعرے لگائے۔

دعا ہے کہ خدا ایک عظیم رہبر کی جدائی پر قوم کو صبرِ جمیل عطا کرے اور دوسرا لیاقت علی عطا کرے جو پاکستان کو مستحکم' مہذب اور تاریخ کا جیتا جاگتا ملک بنادے۔ آمین

''پاکستان زندہ باد''

نظمِ تعزیت

آفریں صد آفریں اے رہبر امن واماں — قائد ملت 'ہزبرِ دیں' امیر کارواں
تو نے اپنے خون کی سرخی سے باعزم جواں — کس قدر رنگین بنادی ہے وفا کی داستاں

کس طرح ہٹتا قدم تیرا خدا کی راہ سے
درسِ قربانی لیا تھا کربلا کے شاہ سے

مردِ میدان سیاست پیکر عزم وعمل — قائداعظم کے بے شک جانشین بے بدل
آ گیا ناوقت تجھ کو گو یہ پیغامِ اجل — مل گیا لیکن تری جانبازیوں کا تجھ کو پھل

جانتا تھا درحقیقت زندگی کا بھید تُو
مرنے والے ہوگیا اب زندہ جاوید تُو

نشہ صہبائے خدمت میں سراسر چور تھا — خوف ناکامی وحرماں دل سے کوسوں دور تھا
آج کل کی بزم اسلامی میں شمع طور تھا — عالم کفر وضلالت کو صدائے صور تھا

جنبش لب اہل باطل کے جگر تھرا گئی
برق بن کر جب گرا تو گویا قیامت آ گئی

تیرھویں ماہ محرم کی یہ کیا لائی خبر سلب کرلی دم میں جس نے طاقت قلب وجگر
سرزمین پاک پر اترا وہ شمر بد گہر اپنے رہبر کو کیا جس نے لہو میں تربتر
کون کہتا ہے چلی گولی دل ناکام پر
بدنما دھبہ پڑا پھر دامن اسلام پر

سالکِ حق رو رہا تھا آج اک عالم تجھے ڈھونڈھتا ہے سرنگوں اسلام کا پرچم تجھے
اصل میں تھا فرقت محبوب ہی کا غم تجھے لے گیا آخر کو عشقِ قائداعظم تجھے
نقش ایثار و کرم لیکن مٹا سکتے نہیں
مرنے والے تجھ کو اہل دل بھلا سکتے نہیں

غور سے سن لیں مگر اک بات اب عالی نژاد مرنے والے کا تھا نصب العین کیا رکھنا ہے یاد
وہ یقین محکم و تنظیم و رسم اتحاد لرزہ براندام جس سے ہیں دل اہل فساد
یہ تو مانا جذبہ حق و صداقت چاہیئے
کام کرنے کو مگر حُسن لیاقت چاہیئے

غیر کو ہنسنے کا موقع دو نہ بہرِ کبریا عمر بھر کا رونا نہ پڑ جائے کہیں سونچو ذرا
دفن کردو جذبہ نفرت نبیؐ کا واسطا بھائی ہے پھر بھائی ہو نزدیک کا یا دور کا
وقت آجائے تو پھر بازی لگادو جان کی
آبر تم کو اگر رکھنا ہے پاکستان کی

❀❀❀

172

هُوَ الشَّافِی

سرچشمۂ صحت

ہومیوپیتھک علاج

مصنّف

الحاج پروفیسر ڈاکٹر سیّد منظر حسین کاظمی

تعلیم کی خدمت میں تیسری پشت

شیخ شوکت علی اینڈ سنز

ناشران و تاجران کتب

اردو بازار ایکسٹینشن، ایم۔ اے جناح روڈ کراچی

فون: ۲۶۳۲۵۷۷۔۲۲۱۷۷۶۷

قحط میں بکی ہوئی ایک عورت کی کہانی

ناول

کہکشاں

مُصنّف

ایوبّ نقوی مُصطفےٰ آبادی

عاصِم پبلیکیشنز
C-29 بلاک ’’جے‘‘ نارتھ ناظم آباد
کراچی - پاکستان

174

واجد علی شاہ

اُنکی شاعری اور مرثیے

الحاج پروفیسر ڈاکٹر سیّد منظر حسین کاظمی

تعلیم کی خدمت میں تیسری پُشت

شیخ شوکت علی اینڈ سنز

ناشران و تاجرانِ کُتب

اُردو بازار ایکسٹینشن، ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی : 0120

فون ۷۷۱، 77 75 7 - 67 77 21

مقاماتِ مقدسہ

ایران' عراق' شام' سعودی عرب

جملہ تفصیلات برائے حج و زیارات

مصنف و مؤلف

الحاج پروفیسر ڈاکٹر سید منظر حسین کاظمی

ناشر

عصمہ پبلیکیشنز

سی۔۲۹ بلاک جے نارتھ ناظم آباد کراچی

یادداشت

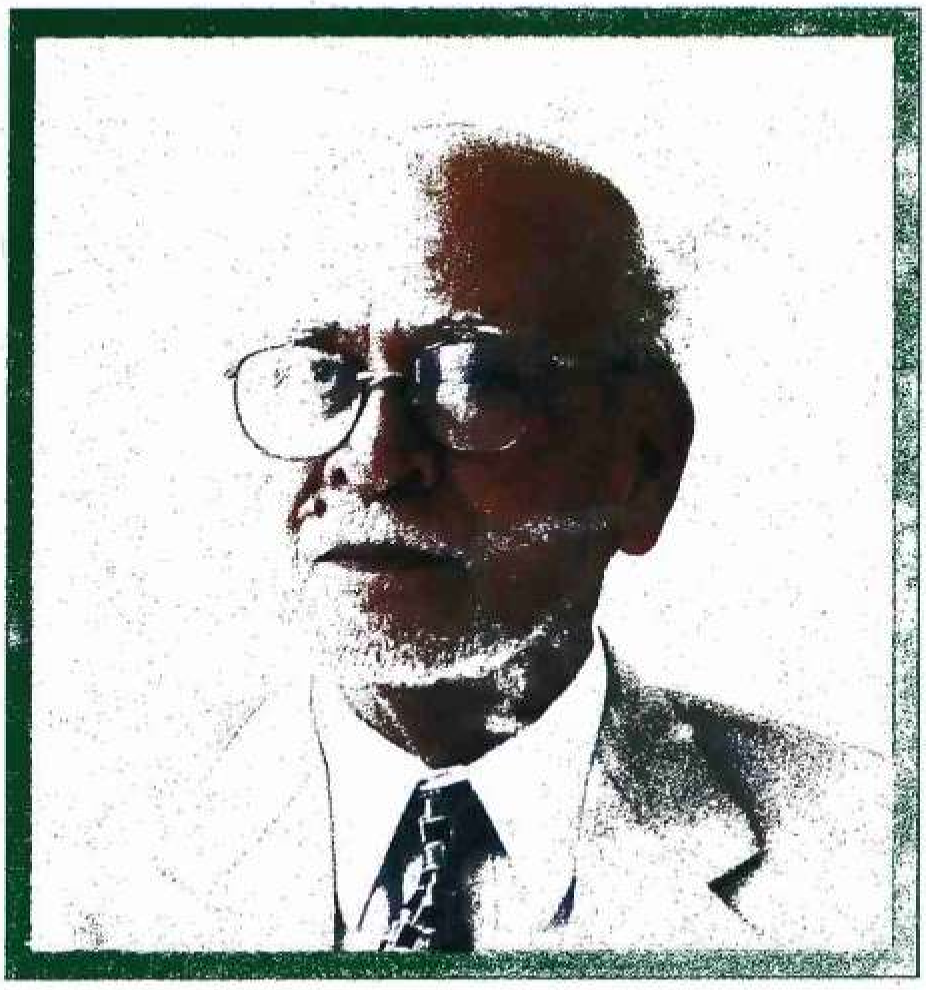

الحاج پروفیسر ڈاکٹر سیّد منظر حسین کاظمی

مصنّف کی دوسری کتابیں

مطبوعہ

۱۔ واجد علی شاہ انکی شاعری اور مرثیے (دوسرا ایڈیشن)

۲۔ مقاماتِ مقدّسہ (سرچشمۂ ہدایت حج وزیارات۔ (آٹھواں ایڈیشن)

۳۔ انیس کا مطبوعہ لیکن غیر مطبوعہ مرثیہ

۴۔ سہیل مر نہیں سکتا سہیل زندہ ہے۔ (فرزند کی یادیں)

۵۔ سرچشمۂ صحت (ہومیو پیتھک علاج) (دوسرا ایڈیشن)

زیرِ طبع

۱۔ اسٹیج ڈرامے

۲۔ انیس کے کلام میں رشتہ داریاں

۳۔ تقاریر و مضامین منظر

۴۔ اور میں پاکستان آگیا۔ (سرگزشت)

۵۔ مولا علیؑ مدینے میں۔

۶۔ سفرنامہ

عصمۃ پبلیکیشنز

پی۔او باکس نمبر:- 18168 کراچی 74700 پاکستان

150